☆ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ☆

سلسلہ دعوت نمبر 2

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَھَّرُوۡنَ

اس کو غیر اللہ سے پاک ذہنوں کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝

اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔ پس یقیناً وہی اللہ کا انکار کرنے والے ہیں۔ 5/44

دعوتِ قرآن اور نفاذِ قرآن کا بنیادی ڈھانچہ

از قلم محمد یونس شہید

رابطہ کے لئے 0334 40 49 480

☆بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ☆

(1)سیاسی نظام (2) اخلاقی نظام (3) معاشرتی نظام (4)معاشی نظام

(ا)سیاسی نظام:۔

سیاسی نظام حکمرانی کا نظام ہے جس کے بڑے تین ستون ہیں۔انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ۔ہمیں تفصیل میں جائے بغیر ہر شخص کو سیاسی نظام کے بارے آگاہ کرنا ہے کہ حقیقی مقتدرِ اعلیٰ کون ہے۔ ہر فرد جانتا ہے کہ دنیا میں جمہوریت اور ڈکٹیٹر شپ دو بڑے سیاسی نظام ہیں۔دوسرے لفظوں میں عوام کی حکومت اور فردِ واحد کی حکومت۔ان دونوں نظاموں میں اللہ کی حکومت کا تصور نہیں ہے۔اسلامی اور غیر اسلامی حکومت میں یہی حدِ فاصل ہے۔اسلام میں حقِ حکومت صرف اللہ کا ہے اور بادشاہ سے لے کر عام آدمی تک عبادالرحمٰن ہوتے ہیں۔تکریم برابر اور قانون سے بالا تر کوئی نہیں اس کی بنیاد اللہ کی حکمرانی اور اللہ کے سامنے اپنے عملوں کی جواب دہی پر ہے۔اللہ کی حکمرانی اسلامی ریاست کا نشانِ اول اور ایمان کا بنیادی جز ہے اور قرآن کی دعوت کا کلمہ اول ہے۔جس ریاست میں مقتدرِ اعلیٰ اللہ نہیں اور ریاست نشانِ اوّل سے فارغ ہو اُسے اسلامی ریاست سے تعبیر کرنا سوائے افتریٰ کے اور کچھ نہیں۔قرآن میں تقریباً ستائیس سو بار صرف اللہ کا اسمِ مبارک دوہرایا گیا ہے اگر دوسرے اسمائے حسنٰی بھی شمار کئے جائیں تو اِن کی تعداد پانچ ہزار سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور اللہ کیلئے انت، نحن ،انا اور ہُ یا ہ' کے ضمائر شامل کئے جائیں تو تعداد اور بڑھ جاتی ہے یہ اللہ کا تعارفِ حاکمیت ہے۔اور فرمایا اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ 7/54 خبردار! تخلیق اور حکمرانی صرف اُسی کیلئے سزاوار ہے۔بابرکت ہے اللہ جو عالمین کا رب ہے۔حکمِ ربّانی ہے۔يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ترجمہ اے لوگو! اپنے رب کی غلامی اختیار کرو جس نے تم کو اور جو تم سے پہلے تھے سب کو پیدا کیا۔تاکہ تم نافرمانی سے بچو۔ 2/21 قرآن اس تعلیم سے بھرا ہوا ہے کہ اللہ کی غلامی اختیار کرو۔آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کو متاعِ قلیل اور متاعِ غرور کہا ہے۔لہٰذا ایمان بالاخرۃ کا تصور جو موت کے بعد والی زندگی پر ایمان بالغیب ہے۔اس کا مشاہدہ نہیں۔دنیاوی زندگی کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔اس لئے ایمان بالحیاۃ الدنیا نہیں کہا گیا بلکہ دنیاوی مشاہدے کی بنیاد پر آخرت کو سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم کائنات کے بارے مانتے ہو کہ یہ اللہ نے پیدا کی ہے۔پھر جو غیب یوم الاخرۃ ہے۔اُسے بھی مان لو۔لہٰذا اسلامی حکومت میں اللہ کی حکمرانی ہے۔اللہ کے بندوں کے پاس حکومت بطور امانت ہے اور حکمران اللہ کے قانون سے بالاتر نہیں۔ایمان باللہ اور یوم الاخرۃ اسلامی حکومت کا طرہ امتیاز ہوتا ہے۔یوم الاخرۃ کے محاسبہ کے خوف کی بنیاد پر مومنین اسلامی معاشرہ میں عملِ صالح کی بنیاد رکھتے ہیں اور ایک فلاحی معاشرہ معرضِ وجود میں آتا ہے۔ اور پھر عدل کی مثالیں قائم ہوتیں ہیں کہ اپنے پرائے کی تمیز کے بغیر عدالت میں فیصلے سنائے جاتے ہیں۔عدالت دھونس، دھمکی، مال ودولت، رشتہ داری اور یاری دوستی کے دباؤ کی پرواہ کئے بغیر آخرت میں اپنی جواب دہی کے خوف سے مجرموں کو اپنے انجام تک پہنچاتی ہے۔کسی ریاستی نظام میں اللہ کی حکمرانی کا تصور ناپید ہے تو وہ اسلامی حکومت کہلانے کی حقدار نہیں ہے۔ اللہ کی حکمرانی اسلامی حکومت کا بنیادی ستون ہے۔اس ستون کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں۔ قرآن کا

زیادہ تر حصہ اللہ کے تعارف اور آخرت کے تصور پر مشتمل ہے۔ اس میں غیر اللہ کی شرکت سے دوسرے اعمال بھی ضائع ہوجاتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ 6/88 اور اگر وہ شرک کرتے تو یقیناً جو بھی وہ عمل کرتے ضائع ہوجاتے۔ اس حقیقت کا مشاہدہ بھی ہوسکتا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک، سیاسی جماعتیں اور فلاحی تنظیمیں دنیا میں امن وسلامتی کا منشور لئے ہوئے برائیوں کے خلاف جہاد کررہی ہیں۔ اور یہ قوتیں اپنے مادی اور فوجی وسائل کے باوجود بُرائی کے سامنے گھٹنے ٹیکے ہوئے نظر آرہی ہیں۔ جوں جوں دوا کی مرض بڑھتا گیا۔ اِن کے اچھے کام بھی امن وسلامتی کیلئے سودمند نہیں ہورہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ شرک کے ساتھ اچھے کاموں کی نہ دنیا میں کوئی نتیجہ خیزی ہے اور نہ آخرت میں فلاح و فوز کی کوئی ضمانت ہے۔ شرکیہ معاشرہ امن وسلامتی سے محروم ہوتا ہے اور ایمان باللہ اور یوم الاخرۃ کے بغیر اعمال میزان میں رکھے ہی نہیں جائیں گے 18/105۔ شرک کے ساتھ اعمال داغدار ہو جاتے ہیں اسلئے اللہ ایسے اعمال کا گاہک نہیں ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

(2) اخلاقی نظام:

یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام ہے۔ اس اخلاقی ضابطہ کی کتاب اللہ میں ایک فہرست ہے جن کو اللہ کی حدیں کہتے ہیں۔ ان حدود میں زیادتی کرنے والے کو اللہ نے گمراہ قرار دیا ہے۔ قرآن میں اِن اخلاقیات کیلئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ کرنیوالے کاموں کیلئے امر بالمعروف اور جن کاموں کو نہ کرنے کا حکم ہے اُنہیں نہی عن المنکر کہا جاتا ہے۔ یہ وہ صالح اعمال ہیں جس کے تقریباً نوّے فی صد حصہ پر مسلم اور غیر مسلم کا اتفاق ہے۔ غیر مسلم بھی اُس پر عمل کرتے ہیں مگر غیر مسلمانوں کے اعمال کی بنیاد ایمان باللہ اور یومِ آخرت کے قرآنی تصور پر نہیں ہے جس کی وجہ سے اچھے اعمال بھی ضائع ہوجاتے ہیں۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ 6/88 اٹھارہ انبیاء کا نام لینے کے بعد فرمایا اگر اُنہوں نے بھی شرک کیا ہوتا تو اُن کے اعمالِ صالح ضائع کردیئے جاتے۔ اس چیز کا ہر فرد کو علم ہونا چاہیے کہ کسی عمارت کی تعمیر کیلئے مضبوط بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر بنیادوں پر دیواریں تعمیر ہوتی ہیں۔ پھر تیسرے نمبر پر چھت اور چوتھے نمبر پر اُس کی آرائش کا کام کیا جاتا ہے۔ اسلامی ریاست ایسی عمارت ہے جس کے انتظام وانصرام میں اللہ کی حکمرانی اور آخرت کی جواب دہی کا تصور بنیاد ہے اور صالح اعمال کی دیواریں ہیں۔ ترتیب کے لحاظ سے اگر چہ دیواریں دوسرے نمبر پر ہیں مگر صالح اعمال پہلے نمبر سے جدا نہیں۔ ان کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ کی حکمرانی اور آخرت میں جوابدہی پر ایمان اور صالح اعمال جڑے ہوئے ہیں جس طرح عمارت کی بنیاد اور دیواریں جڑی ہوتی ہیں۔ انہیں الگ الگ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ شروعات بنیاد سے ہوتی ہے۔ بنیاد کے بغیر عمارت بنانا ممکن نہیں۔ بنیادوں کے بغیر عمارت کی تعمیر نہیں ہوسکتی۔ اللہ اور آخرت کے بارے قرآن کے مطابق معیاری ایمان صالح اعمال کی بنیاد ہے۔ اس کے بغیر صالح بھی ضائع ہوتے جائیں گے اور کبھی بھی امن و سلامتی والا اسلامی معاشرہ معرضِ وجود میں نہیں آئے گا۔ لہٰذا اللہ کی حاکمیت اور صالح اعمال کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک کے بغیر دوسرے کی نفی ہوجاتی ہے۔ بنیاد اور دیوار کی

طرح ایمان اور صالح اعمال ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔نہ ترتیب کا انکار اور نہ ہی اِن کو الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ کام بنیاد سے شروع ہو گا۔اسلامی ریاست میں صالح اعمال کی بنیاد اللہ کی حکمرانی اور یومِ آخرت میں جوابدہی کے تصور پر ہے(110,,107,,,18/103)۔عمارت کی تکمیل کیلئے بنیاد پر دیواریں بنائیں گے ورنہ صرف بنیادوں کو عمارت نہیں کہا جائے گا۔اسی طرح صالح اعمال کئے بغیر اللہ اور آخرت کے تصور کی نفی ہو جائے گی۔گویا کہ صالح اعمال ہی اُس کے ایمان باللہ اور آخرت کی جواب دہی کا عملی ثبوت ہے ورنہ بےعمل معاشرہ اللہ اور آخرت کے انکار کی عملی شہادت مہیا کر رہا ہے۔لہٰذا دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔ایک کے بغیر دوسرے کی نفی ہوتی ہے۔ارشادِ ربّانی ہے۔وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ 2/8 ترجمہ۔لوگوں میں سے جو کہتے ہیں ہم اللہ اور یومِ آخرت کو مانتے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔اُن کی عملی شہادت کے بغیر ایمان باللہ اور یوم الاخرہ کے زبانی اعلان کی اللہ کے ہاں کوئی اہمیت نہیں ہے اس لئے آیتِ مذکورہ میں اُن کے زبانی دعوے کو اللہ نے مسترد کر دیا ہے۔اللہ اور آخرت کو ماننے کے باوجود یہ لوگ مومن نہیں کیونکہ عمل کی شہادت موجود نہیں۔

(3)معاشرتی نظام:۔

سیاسی اور اخلاقی نظام کا تقاضا ہے کہ یہ مومن اور صالح لوگ آپس میں خاندان بن جائیں۔اب رشتے داریاں حسب و نسب کی وجہ سے نہیں بلکہ اس سیاسی اور اخلاقی نظریہ کی بنیاد پر ہوں گی۔اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یقیناً مومنین ایک خاندان ہیں 49/10۔اِنَّمَا حصریہ کلمہ ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ خاندان نہیں بنتے تو وہ مومن نہیں ہیں۔پھر جو کچھ بھی وہ کہہ رہے ہیں وہ دھوکہ اور فراڈ ہے۔ ایمان اور عمل صالح کی سند مومنین کی اُخوت ہے اور خاندان بننا ہے اور مشرک خاندان سے ترکِ رشتہ داری اُن کے ایمان کی دلیل ہو گا کہ وہ اُن کے غیر شرعی رسم و رواج اور اُن کی موت پر اُن کی تجہیز و تکفین میں بھی شامل نہیں ہوں گے۔9/84 ایمان لانے کے بعد مومنوں کو مشرک برادری سے نکاح کرنے سے روک دیا گیا ہے۔2/221 قرآن ایمان اور صالح اعمال کی بنیاد پر ایک خاندان بناتا ہے۔گلوبل فیملی کا تصور دیتا ہے۔مومن اور صالح لوگ جہاں کہیں بھی ہوں وہ ایک خاندان ہیں۔اِن کے لئے رنگ، نسل، لسان و علاقہ کا امتیاز نہیں ہوتا بلکہ ان کا مومن اور صالح ہونا ہی اخوت کے لئے کافی ہے۔کفر و شرک اور ظلمات سے ہجرت کر کے نورِ قرآن کی بنیاد پر مسلم سوسائٹی کا قیام عمل میں لانا تھا۔اس ایمان کے مقابلے میں اگر کفر و شرک سے تمہارا باپ اور بھائی بھی محبت کرے تو اُس سے بھی دوستی نہیں 9/23 یہ بُرے لوگوں سے براءت اور علیحدگی مومنوں کے ایمان کا ٹیسٹ ہے۔وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ترجمہ: لیکن جو تم میں سے اِن کو دوست بنائے گا۔پھر یقیناً وہ بھی اِنہیں میں سے ہو گا۔یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔5/51 اللہ اس آیت میں فیصلہ فرما رہے ہیں کہ بُرے لوگوں کو دوست بنانے والے ہدایت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔یہ علیحدگی کوئی دشمنی اور انتقامی کارروائی نہیں ۔اللہ کا حکم ہے اور معاشرے کے

سدھارنے کیلئے اللہ کے نافرمانوں سے بائیکاٹ ہے۔قرآن بُرے اور بُرائی دونوں سے الگ رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِيۡلاً اورایک خوبصورت انداز سے ان سے الگ ہوجاؤ۔73/10 قرآن کے مطابق سیاسی اور اخلاقی نظام کے قیام کے بعد اگر رشتے اور دوستیوں کا معیار غیر قرآنی رہا تو عمارت بنیاد اور دیواروں کے باوجود چھت کے بغیر ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؕ اَتُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا ترجمہ:اے ایمان والو! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ۔کیا تم ایسا کر کے اپنے خلاف اللہ کیلئے ایک واضح دلیل بنانا چاہتے ہو۔4/144 یہ کون ہے جو کافروں کو دوست بنا کر اپنے خلاف مجرم بننے کی شہادت اللہ کو فراہم کر رہا ہے۔غیر قرآنیوں سے براءت کی مندرجہ ذیل آیات ہیں۔جن کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔

(4/89,139,144)(5/51,57,80,81)(3/28,118)۔(9/80,84,107,114)۔(11/113,15/94,18/16,19/48)(6/70,91,112)۔(10/11)

(15/3,23/54,43/83,52/45,70/42)۔(73/8,10, 9/16, 28/17,86)۔(6/66,10/108,17/54,25/43)(58/22,51/54,54/6)۔

(42/6,39/4)۔ (مشرک اور کافر عورتوں کو چھوڑ دو(60/10)۔) (مشرکوں سے نکاح نہ کرو(2/221)۔) (45/21,22/13,36/59,) ۔

(مومنوں کو نہ دھتکار (6/52,18/28,26/114,215,66/10,)۔) (موسیٰ کے لئے حکم ضم(20/22)ادخل(27/10)اسلک(28/32) نزع(7/108)۔)

(8/64تا62).مَنۡ يَّتَوَلَّ اللّٰه۔(5/51,56,7/196,57/24,18/17)۔(24/47,3/23,) ۔(60/6تا4)

اصحابِ کہف کی مثال ملاحظہ فرمایئے۔وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الۡكَهۡفِ 18/16 اور جب اُن سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا غلامی کرتے ہیں تم سب سے علیحدہ ہوتو پھر کہف میں پناہ لے لو۔صرف اللہ حکمران ہے اور بادشاہ سے عام آدمی تک عبادالرحمٰن ہیں۔اللہ کے قانون سے بالاتر کوئی نہیں ہے۔غیر اللہ کی حکمرانی کا تصور شرک ہے۔یہ قرآن کا سیاسی نظام ہے۔اس سیاسی نظام میں اللہ کی نازل کردہ اقدار کا نفاذ قرآن کا اخلاقی نظام ہے۔قرآنی کردار کے حامل افراد کی رشتہ داریوں کو اللہ نے اخوتِ مومنین کہا ہے۔کون ہے جو اپنے خاندان کی بلندی کے لئے کام نہیں کرے گا۔اُس کی ذلت ورسوائی کیلئے خوش ہوگا۔اپنے خاندان کو چھوڑ کر غیر مومنوں سے دوستیاں اور رشتے داریاں کرے گا۔اگر اللہ کے وحی کردہ نظام سے زیادہ یہ چیزیں پیاری ہیں تو پھر اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔9/24 ان تین مراحل کے بعد معاشی نظام کا نمبر آتا ہے۔پہلے تینوں مراحل بغیر پیسے کے حاصل ہوتے ہیں۔یہ ذہنی تبدیلی ہے۔ذہن میں اللہ کے سوا کسی بھی غیر اللہ کی حاکمیت کا تصور نہ ہو۔یہ ایمان دکان پر بکتا نہیں کہ آپ دولت سے خریدلیں۔ ذہن سازی یعنی ذہنوں کی تبدیلی سے حالت بدلتی ہے انقلاب آتے ہیں۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ؕ ترجمہ۔یقیناً اللہ کسی قوم کی حالت وکیفیت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے ذہنی نظریات کو نہیں بدلتے 13/11(8/53) پھر صالح عمل جو آپ سے ہوسکتا ہے مثلاً سچ بولنے کے لئے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔کسی کے ساتھ دوستی کا جذبہ پیسوں کا محتاج نہیں ہے۔وَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيۡنَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ۞ ترجمہ۔اور اُس نے اِن کے دلوں کو جوڑ دیا ہے۔

اگر تُو خرچ کر دے جو کچھ بھی زمین میں ہے سب، تُو اِن کے دلوں میں اُلفت نہیں ڈال سکتا تھا لیکن اللہ نے اِن کے درمیان (قرآن کے ذریعے 3/103) اُلفت ڈال دی۔ یقیناً وہی غالب حکمت والا ہے 8/63

آیتِ مذکورہ ثابت کر رہی ہے کہ اُلفت یعنی دلوں کا جڑنا علم سے ہے۔ مال و دولت سے دلوں کو نہیں جوڑا جا سکتا۔ جو کام پیسوں کے بغیر ہوتا ہو کوئی معاشرہ وہ تو کرنے کیلیئے تیار نہ ہو۔ اُن سے پیسوں والے کام کی ڈیمانڈ شیخ چلی کا منصوبہ ہے یا پھر کسی ہوشیار آدمی نے عوام کو دھوکہ دے کر اُن کی رہی سہی پونجی بھی لوٹنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ تین مراحل حاصل کئے بغیر عوام کو معاشی انقلاب اور معاشی نظام کا جھانسہ دے کر اُنہیں بھیڑ بکریوں کی طرح غلام بنانے کا منصوبہ ہے۔ بنیادی کاموں سے پہلے آخری کام سے شروعات کا مطلب ہے سر کے بل چلنے کی کوشش۔ جو بھی ایسا کرے گا چند قدم کے بعد ہمت ہار جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں بے ایمان اور کرپٹ لوگوں سے معاشی خوشحالی اور آزادی کی توقع کرنا ہے۔ رات کو دن کہنے کے مترادف ہے۔ جانتے بوجھتے زہر کھانے کے مترادف ہے۔ انسانوں کو معاشی غلامی کا درس دے کر کتّوں کی مثل گلے میں غلامی کا پٹہ باندھ کر اُن کے سامنے دودھ اور گوشت رکھنے کے مترادف ہے۔ اس نظریہ نے اللہ ماننے والوں سے بھی اللہ کی غلامی چھین کر اُن کو مادہ پرست بنا دیا۔ جبکہ مومن غیر اللہ کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کیلیئے بھوک و افلاس تو کیا چیز ہے وہ موت کیلیئے بھی تیار ہے۔ یہ انسانوں کا ٹیسٹ بھی ہوتا ہے جب وہ اپنی جدوجہد میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اللہ اُنہیں دنیا اور آخرت کی خوش خبریاں دیتا ہے۔ بہر حال مذکورہ تین مراحل کے بعد ہی عمارت کی تزین و آرائش اور میک اپ کا کام کرنا ہے۔ اسلامی ریاست میں اسی میک اپ کو معاشی نظام کہتے ہے۔ عمارت کے ڈھانچے کے بغیر میک اپ کس کا کرنا ہے۔ ضروری ہے کہ پہلے عمارت بنایئے پھر معاشی نظام تشکیل دیں کیونکہ معاشی نظام چلانے کے لئے امانت و دیانت کی اشد ضرورت ہے جو اللہ کی حاکمیت اور محاسبے کے دن یومِ آخرت پر ایمان کے بغیر ناممکن ہے۔ لہٰذا مختصر انداز میں عمارت کی مثال سے اسلامی ریاست کے تین ستونوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان بنیادی ستونوں کے بغیر معاشی نظام کی بات کرنا بغیر پروں کے اُڑنے والی بات ہے جو ناممکن ہے۔ مالیاتی نظام یعنی معاشی نظام کے لئے سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی نظام کی مضبوط بنیاد فراہم کئے بغیر اسے پروں کے بغیر ہی بلندیوں تک کیسے اُڑایا جا سکتا ہے۔ یہ تو غیر قانونی اُڑان میں باربار گر کر اور بھی لنگڑا لولا ہو جائے گا اور معاشرے میں مزید بُرائیاں پیدا کرنے کا سبب بنے گا۔ آیئے اب قرآن سے اُس کا معاشی نظام پوچھتے ہیں کہ کاروبارِ ریاست چلانے کے لئے اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام کیا ہے۔

(4) معاشی نظام:۔

اسلامی ریاست کا چوتھا ستون ہے جو اپنے خاندان اور ریاست کی مادی ترقی اور حفاظت کے لئے ہے۔ کیپٹلزم اور شوشلزم اور اِن کے علاوہ جو بھی انسانوں کے خود ساختہ نظام ہیں اُن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کسی بھی شے کے ساتھ اسلام کا لفظ لگانے سے وہ اسلامی نہیں ہوجاتی۔ اسلام کی بنیاد قرآنی معیار کے مطابق اللہ اور آخرت کے تصور کا نظریاتی

معاشرہ ہے۔ جہاں اسلامی شوشلزم اور اسلامی کیپٹلزم کی اصطلاحیں رائج کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن کا اپنا خالص مالیاتی نظام ہے۔ جس کی بنیاد مذکورہ قرآن کے سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی تصور کی بنیاد پر ہے۔ اگر کسی معاشرے کے یہ تینوں ستون غائب ہیں۔ وہاں قرآن کے معاشی نظام کا تصور باطل ہے۔ مادیت پرست کمیونسٹ مذہب کا یہی کمال ہے کہ معاشیات کو سائنسی نظریہ قرار دے کر کردار کو اس کے تابع کر دیا ہے۔ خوشحالی ہے تو کردار بھی درست ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خوشحالی سے کردار سازی ہوتی ہے تو کمیونسٹ ملکوں میں جبر کی سیاست کیوں؟ وہاں جمہور کی رائے پر پابندی کیوں؟ یہ نظریہ مشاہدے کی عکاسی نہیں کرتا اور کمیونسٹ کا مشاہدے پر ایمان والا نظریہ بھی خواہش پرستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دنیا میں خوشحال لوگ ہی ملکوں کی لوٹ مار میں مصروف ہیں۔ ملکوں کی باگ ڈور بھی خوشحال لوگوں کے ہاتھوں میں ہے پھر کرپشن اور فساد کیوں؟ لہٰذا خوشحالی کو کردار سازی کا نظریہ قرار دے کر کردار کو مادی ترقی کے تابع کرنا درست نہیں۔ لہٰذا کردار سازی وحی کردہ علم کے ذریعے ہو گی۔ صالح اعمال پر انعام و اکرام اور اُس کی جزا کی امید اور بدکرداری کی سزا کا خوف ہی کردار کی سمت درست کرتا ہے۔ قرآن میں صالح اعمال کی قوتِ محرکہ اللہ کی حکمرانی اور مرنے کے بعد آخرت میں اللہ کے سامنے اعمال کی جوابدہی کا خوف ہے۔ اُس دن اللہ سے کوئی چھڑانے والا نہیں عملوں کی جزا و سزا ملے گی۔ یہی یقین، کردار میں وہ حسن پیدا کرتا ہے کہ معاشرہ کہیں بھی ظلم کا شکار نہیں ہوتا۔ اللہ کے خوف کی وجہ سے ہر طاقتور مظلوم کی مدد کرتا اور ظلم ختم ہو جاتا ہے۔ معاشی نظام عام فہم زبان میں کاروبارِ زندگی ہے اور ریاست کے ٹیکس اور فنڈنگ کا نظام ہے۔ قرآن کے معاشی نظام کو شوشلزم سے جوڑنا زیادتی ہے۔ بے علم عوام کی خواہشات و جذبات سے ناجائز فائدہ اُٹھانے والی بات ہے۔ روٹی، کپڑا اور مکان کا لالچ دے کر اقتدار پر قبضہ کر کے عوام کی عزت و تکریم اور آزادی چھیننے والی بات ہے۔ ہم بھی اس زہر کو تریاق سمجھ بیٹھے تھے۔ اللہ نے مومنین کو جو ملکیت پر تصرف بطور امانت دیا تھا اُس کا انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا میں اپنی سابقہ تحریروں اور تقریروں سے براءت کا اعلان کرتا ہوں جن میں ملکیت کی نفی کی گئی تھی۔ اُن کو بطور حوالہ میرے نام سے پیش نہ کیا جائے کیونکہ میں نے اپنے سابقہ مئوقف سے توبہ کر لی ہے۔ اب اس کا ازسرِنو قرآن سے جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن میں معاشی نظام کی صورتِ حال کیا ہے؟

(1) مالی لین دین ہو یا کاروباری زندگی کا کوئی پہلو ہو جو کچھ بھی کرنا ہو وہ معاشی پہلو ہی کہلائے گا۔ یہ لامحدود وسائل سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر ریاست اپنے وسائل کے مطابق معاشی منصوبہ بندی کرتی ہے اور ریاست کے افراد انفرادی طور پر بھی اپنی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ جو کچھ بھی وہ کمائیں اُس میں سے خرچ کرنے کا حکم ہے۔ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اس میں سے جو بھی ہم نے اُن کو صلاحیت دی ہے وہ اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ معاشی نظام کی بنیاد ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ترجمہ۔ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کس مقصد کے

لیے خرچ کریں؟ کہہ دو جو تُم مال خرچ کرتے ہو پس والدین اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور ابنِ سبیل کے لیے ہے اور جو کام بھی خیر کی نیت سے کرو گے۔ پس یقیناً اللہ اُسے جاننے والا ہے۔ 2/215 اگر ترجمہ کریں کہ کیا خرچ کریں تو کیا سے مراد مقدار اور جنس ہی ہو سکتا ہے لیکن جواب میں مقدار اور جنس کا نام و نشان تک نہیں۔ جواب میں انفاق کا مقصد بتایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں پر خرچ کرنا ہے۔ لہٰذا مذکورہ آیت میں ضروری ہے کہ سوال کو جواب کے مطابق کریں یا جواب کو سوال کے مطابق کریں۔ ہمارے لئے جواب میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں۔ لہٰذا سوال کو جواب کے مطابق کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ سوال کس مقصد کے لئے خرچ کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور یہی ترجمہ درست ہے۔ 2/219 میں یہی سوال دوہرایا گیا ہے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ اور پوچھتے ہیں کس مقصد کیلئے خرچ کریں؟ کہہ دو مقصد عافیت ہے۔ 2/219 اور 2/215 آیات میں ایک جیسا ہی سوال ہے اور جواب میں انفاق کے مقصد کو واضح کیا گیا ہے۔ اگر انفاق اس مقصد پر خرچ نہیں ہو رہا تو اسلامی حکومت سے پوچھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا دونوں آیات ایک دوسرے کی تصریف کر رہی ہیں کیونکہ دونوں کا موضوع ینفقون ہے۔ 2/215 میں تفصیلی جواب ہے اور 2/219 میں مختصر مگر بڑا ہی جامع جواب ہے کہ معاشرے کی عافیت والا کوئی بھی کام اس میں سے خارج نہیں کیا جا سکتا اور مرکزِ رسالت کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ترجمہ۔ تُو عافیت کی راہ اختیار کر۔ قرآن کے ذریعے معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔ 7/199 یہ مرکزِ رسالت کو حکم ہے۔ اگر اس لفظ کا معنی زائد از ضرورت کرتے ہیں تو سوال ہے کہ زائد از ضرورت لینے والا مرکز زائد از ضرورت کس کو دے گا۔ اور پھر اَلْعَفُوُّ اللہ کا اسم بامسمّٰی ہے اور اُس کا ہمیشہ یہی کام اور فعلِ استمرار ہے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝ پس اللہ تو عافیّت دینے والا قدرت رکھنے والا ہے۔ 4/149 اگر ترجمہ زائد از ضرورت ہے تو اللہ کی کون سی ضرورت ہے پھر وہ زائد از ضرورت دینے والا ہے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ اُس کی اپنی کوئی ضرورت نہیں وہ صرف انسانوں کیلئے عافیت دینے والی چیزیں پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا اِن آیات میں اللہ کی منشاء عافیت ہے۔ ذاتی ملکیت جو مومن کے پاس بطورِ امانت ہے اس کی نفی کے لئے اس آیت کو استعمال کرنا دور کی کوڑی لانا ہے اور آیت کے مفہوم میں تضاد پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ جس کا مشاہدہ آپ نے کر لیا ہے۔

(2) خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ترجمہ۔ اِنکے مالوں سے صدقہ لو اور اسی کے ساتھ اِنکی طہارت اور تزکیہ کا بندوبست کرو۔ اسی طرح اُنکی مدد کر۔ بے شک مدد کرنا تیرا فرضِ منصبی ہے جو اِن کیلئے باعثِ سکون ہے حقیقت ہے کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ 9/103 یہ آیت ریاست کے مالیاتی اور معاشی نظام میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلامی حکومت کو اُن کے مالوں میں سے صدقہ لینے کا حکم ہے۔ حکومت کیلئے حکم ہے کہ وہ اس صدقے سے پورے معاشرے کی طہارت اور تزکیہ کرے۔ تزکیہ سے مراد ہے کہ معاشرے کی ذہنی، جسمانی، علمی اور عملی، ظاہر و باطن کی نشوونما کرنا۔ تزکیہ بمعنیٰ زکوٰۃ دینا ہے۔

یہاں صدقہ سے مراد ٹیکس جو عوام سے لیا جاتا ہے اس کی شرح مقرر کرنا اسلامی فلاحی ریاست کا اللہ کی طرف سے صوابدیدی اختیار ہے۔وہ اپنے دور کے حالات و واقعات کے مطابق اغنیاء پر ٹیکس لگائے۔قرآنی لفظ صدقہ کی اصطلاح اس لئے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ صدقہ ایسی مالی قربانی ہے جو دینے والے کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے ورنہ ایمان کی تصدیق نہیں ہوتی۔اب اُمراء یہ ٹیکس بچا کر ایمان کے کس مقام پر ہیں آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں اور تزکیہ بمعنی زکوٰۃ دینا ہے۔ یہ اسلامی ریاست کا کام ہے۔جب یہ صدقات حکومت فلاحی کام پر خرچ کرے گی تو اسے الزکوٰۃ کہا جائے گا۔اب جو حکومت عوام کی فلاح کی بجائے صدقات خرد برد کر جاتی ہے وہ حکمران ایمان کے کس مقام پر ہیں یہ فیصلہ بھی خود کریں۔ ہمارے ہاں جب یہی ٹیکس گورنمنٹ عوام پر خرچ کرتی ہے تو اُسے فنڈ کہتے ہیں۔ہمارے ہاں صدقہ کی جگہ ٹیکس اور الزکوٰۃ کی جگہ فنڈ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔صدقہ قرآن کی وہ اصطلاح ہے جو صدقہ دینے والے کے ایمان کی تصدیق کرتی ہے۔ اسلامی ریاست نے جو اغنیاء پر صدقہ (ٹیکس) فرض کیا تھا اُسے وہ دیانت داری سے دے کر اللہ کے ہاں اپنے ایمان کی تصدیق کرتے ہیں۔اگر کوئی ٹیکس چوری کرتا ہے تو اُس نے اپنے مومن ہونے کی تصدیق نہیں کی ۔وہ مومنین کی رکنیت سے خارج ہے۔وہ اسلامی ریاست کا باغی ہے۔اسی طرح اسلامی حکومت کیلئے بھی حکم ہے کہ ان صدقات کو عوام کی نشوونما کے لئے استعمال کرے۔اگر کسی حکومت نے ایسا نہ کیا جو اللہ کی منشاء ہے۔ وہ حکمران بھی مجرم ہیں۔پھر اللہ مظلوموں کی فریاد سننے والا ہے اور ظالموں کو اچھی طرح جاننے والا بھی ہے۔اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں صدقہ اور زکوٰۃ کو مالیاتی نظام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔صدقہ پبلک سے لیا جائے گا اور زکوٰۃ والا کام حکومت کی ذمہ داری ہے۔جو بھی اس میں خیانت کا مرتکب ہوا وہ مجرم ہے۔معلوم یہی ہوتا ہے کہ جب تک اللہ اور آخرت پر معیاری ایمان نہیں آتا اُس وقت تک پبلک اور حکومت دونوں سے صدقہ اور زکوٰۃ کے معاملے میں امانت و دیانت کی توقع رکھنا خیالِ عبث ہے۔

(3) لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔ترجمہ۔ سمٰوات و ارض کی بادشاہت اور جو کچھ اِن میں ہے وہ اللہ ہی کا نظام متشکل کرنے کیلئے ہے۔وہی ہر شے کے پیمانے بنانے والا ہے۔5/120

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۔ترجمہ ۔یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ سمٰوات اور زمین میں ہے۔وہ اللہ ہی کا حکم ماننے کے لئے ہے۔اور اللہ اکیلا ہی کارساز کافی ہے۔4/132۔ اس قسم کی اور دوسری آیات سے بھی ذاتی ملکیت بطورِ امانت کی نفی کی جاتی ہے۔ مشاہدہ، تجربہ اور عملی زندگی میں اس کا نفاذ ناممکن ہو جاتا ہے۔ملکیت عوام سے نکل کر حکمرانوں کے پاس چلی جاتی ہے۔یہ ملکیت انسانوں کے پاس ہی رہتی ہے۔کچھ بھی کر لیں عوام کی ذاتی ملکیت میں کچھ نہ کچھ ضرور باقی رہتا ہے۔جس پر وہ اپنی مرضی سے تصرف کرتے ہیں۔اللہ کے سوا اُس پر کوئی چیک نہیں ہو سکتا۔لہٰذا اس قسم کی جتنی بھی آیات ہیں اُن میں نظری اور فکری تعلیم ہے کہ

کائنات میں ہر شے لگے بندھے قوانین کے تحت اللہ کے پروگرام کے لئے سرگرمِ عمل ہے اور ہر انسان کو ارادہ اور اختیار کے ساتھ اللہ کی راہ میں جان و مال لگانے کا حکم ہے۔حقیقت میں انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ کائنات میں ہر شے اُس کے پروگرام پر عمل کررہی ہے۔ تجھے خلیفۃ الارض بنایا، تجھے مالک بطورِ امین بنایا ہے۔اب تُو اس اختیارِ ملکیت میں خیانت نہ کرنا۔اب جان و مال کو اپنے اختیار سے وحی کے حکم کے مطابق خرچ کرنا۔9/103 آیت میں یہی حکم ہے۔عوام دیانت داری سے اپنے مالوں میں سے صدقات دیں اور حکومت دیانت داری سے معاشرے کی نشوونما کرے۔اس آیت میں معاشرے کی دیانت داری سے نشوونما کرنا حکمرانوں کی الصلوٰۃ ہے۔دولت عوام یا حکومت کے پاس ہو یہ اللہ کی امانت ہے۔ اسلامی حکومت میں صدقات و زکوٰۃ معاشی نظام کی اصطلاحیں ہیں۔پبلک صدقات دیتی ہے اورحکومت زکوٰۃ دیتی ہے۔انگلش میں ٹیکس اور فنڈ کی اصطلاح ہے۔یہ صدقات جب حکومت کے پاس جمع ہوتے ہیں تو وہ اس کوکہاں خرچ کرے گی۔قرآن میں باقاعدہ اس کی ہدایات موجود ہیں۔

(1)عوام کی عافیت کیلئے2/219 (2) عوام کی نشوونما کیلئے9/103 (3) یقیناً صدقات فقراء اور مساکین اور عاملین اور نومسلم کی تالیفِ قلب اور غلام آزاد کرانے اور بوجھ تلے دبے کا بوجھ اُتارنے اور قتال فی سبیل اللہ اورتعلیم و تربیت کرنے والوں کیلئے مخصوص ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے فریضہ منصبی ہے۔یقیناً اللہ علم والے حکمت والے ہیں9/60 ۔

بہرحال یہ صدقات حکمرانوں کی عیاشی کیلئے نہیں ہیں۔وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ؕ اُولٰٓـئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ترجمہ۔اورہم ضرور تم کو آزمائیں گے ایسی شے سے جس کاتعلق خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ہو گا حقیقت یہ ہے کہ ان حالات میں صرف صابرین کو بشارت سنا دو۔وہ کہہ دیتے ہیں جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے کہ ہم توصرف اللہ کے لیے وقف ہیں اور ہم مر کر اُسی کی طرف جانے والے ہیں۔صرف یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی طرف سے انعام ہیں , نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور صرف یہی لوگ ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔2/157 سب کچھ قربان کرنے کے بعد2/156 آیت میں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ کا مومنین کی طرف سے اعلان اس بات کا ثبوت ہے کہ اُنہیں دنیاوی زندگی کی کوئی شے بھی اللہ کی رضا اور آخرت کے مقابلے میں عزیز نہیں ہے۔ایسے لوگوں کوامتحان میں کامیاب قرار دیا جا رہا ہے۔اِن کو میڈلز، تمغے ، رحمتوں کا مستحق اور اِن کو ہدایت یافتہ قراردیا جا رہا ہے۔اب غور فرمایئے کہ اگر انسان سےسب کچھ لے لیا جائے تو پھرامتحان اور ٹیسٹ کس چیز کا ہے۔مومن اور منافق کی پہچان کیا رہ جاتی ہے۔نقصان جب ذاتی نہیں تو غم کس چیز کاہے۔ایسے نقصان پرصرف تعزیتی الفاظ ہی ہوتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡن کےکلمات کی ادائیگی سوائے دکھاوے اوررسمی کلمات کےاس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔لہٰذا سب کچھ حکومت کو دینے کا تصور قرآنی نہیں

اورنہ اللہ کا واضح حکم ہے کہ لوگوں کو نہتہ اور بے بس کر کے اپنی من مانی حکمرانی اُن پر ٹھونس دی جائے۔حق رائے دہی کی آزادی سلب کردی جائے اور زندگی کی بقا کیلئے مکمل طور پرحکومت کے محتاج ہو جائیں۔ مذکورہ آیت مومن کی ایمانی کیفیت کا اظہار ہے۔ایمان کے مقابلے میں ارض و سمٰوٰت کی کوئی شے مومن کیلئے باعثِ کشش نہیں ہے حتّیٰ کہ اپنی جان بھی ایمان کے لئے قربان ہے۔اسی قسم کا معائدہ 9/111 آیت میں ہے۔اِنَّ اللّٰـهَ اشْتَرٰى مِـنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ترجمہ: یقیناً اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں اِس کے بدلے کہ اُن کیلئے جنت ہے۔9/111 اللہ مومنوں کی جانوں اور اموال کو خرید رہا ہے۔سودا ملکیت کے بعد ہوتا ہے۔اگرکوئی مالک نہیں تو اُسے جان و مال بیچنے کا اختیار نہیں۔اس لئے مذکورہ آیت میں اللہ اُن کی جانیں اور اُن کے اموال کہہ کر پہلے اُن کو مالک بنا رہا ہے۔جو اپنی جانوں اوراموال کا سودا جنت کے بدلے اپنی مرضی سے کرتے ہیں اللہ اُن کا خریدار ہے۔جو اپنی مرضی سے سودا نہیں کرتے اُن سے اللہ نہیں خریدتا۔اب عمل سے معلوم ہو گا کون وقت پڑنے پر مال و جان اللہ کو دیتا ہے اورکون نہیں دیتا۔اگرکوئی شے ذاتی نہیں تو صادق اور کاذب کا کیسے پتہ چلے گا۔لہٰذا سب کچھ لے کر لوگوں کو خالی ہاتھ کر کے اُن کا ارادہ اوراختیار سلب کر لینا اور اُن کی ایمانی کیفیت جانچنے کے لئے اُن کے پاس کچھ نہ رہنے دینا قرآنی نقطہ نظر نہیں۔جب اپنا کچھ نہیں تو ضائع اورنقصان کا اندیشہ اورغم کہاں سے۔جب کوئی مالک ہو گا توغم فطری ہے۔اور پھر صبر کا اجر ہے۔مالک ہوگا تو سودا کرنے کا اختیار ہے۔یہ ملکیت بطورِ امانت اللہ کی طرف سے عطا کردہ اختیار ہے۔ ضَـرَبَ لَكُمْ مَّثَلاً مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَـلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِىْ مَارَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَـخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕكَـذٰلِكَ نُـفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ :30/28 ترجمہ۔وہ تمہیں سمجھانے کیلئے تم میں سے ایک مثال بیان کرتا ہے۔کیا تمہارے مالوں میں تمہارے نوکر شریک ہیں؟جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے۔ پھر تم سب اس میں برابر ہو جاؤ۔تم یہ سلوک کرنے سے ڈرتے ہو جیسے تم اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو۔اس طرح ہم یکتا و لاشریک ہونے کے دلائل کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔اُس قوم کے لئے جو عقل رکھتی ہے۔30/28

وَاللّٰـهُ فَـضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَـمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِـمْ عَـلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ : 16/71 ترجمہ۔اور اللہ نے تمہارے بعض کو بعض پر مال و دولت کی فضیلت دی ہے۔پس وہ لوگ جن کو فضیلت دی ہے وہ اپنا مال اپنے نوکروں کی طرف لوٹانے والے نہیں ہیں۔پھر اس میں وہ برابر ہوں۔کیا پھروہ اللہ کی نعمت قرآن کا انکار کرتے ہیں؟16/71 مذکورہ دونوں آیات میں تمہارامال ہو یا اقتدار ہو اپنی فضیلت تم اپنے نوکروں میں برابری کی بنیاد پر تقسیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہو۔اللہ کی الوہیت و اقتدار میں اُس کی مخلوق کو شریک کرنے کیلئے تم کیسے تیار ہوجاتے ہو۔طبقات کی مثال دے کراللہ نے اپنے لا شریک حاکم ہونے کی دلیل دی ہے۔جب انسانوں کی دنیا میں حاکم و محکوم،مالک و نوکرمیں مال و دولت اور اختیارِ حکمرانی کا واضح

فرق رکھتے ہو۔پھر اللہ اوراُس کے نوکروں میں برابری کیوں کرتے ہو؟ یہ کیسا فیصلہ کرتے ہو ھٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ"۔
16/73 آیت میں اسی بات کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ نے کائنات میں کسی کو اپنے اختیارات اور حکم میں شریک نہیں کیا لیکن لوگ پھر بھی اُس کے سوا اُس کی مخلوق کی غلامی کرتے ہیں۔آیت ملاحظہ فرمایئے۔وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا یَمْلِکُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۚ اور وہ اللہ کے سوا غلامی اختیار کرتے ہیں جو اُن کیلئے سمٰوات و ارض میں ذراسا دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔اور نہ وہ کوئی استطاعت رکھتے ہیں۔73 کیونکہ کوئی بھی حاکم و مالک اپنے نوکروں کو اپنی حکمرانی کے اختیار اورکرسی نہیں دیتا اور نہ ہی وہ اپنی دولت اپنے نوکروں میں برابری کی بنیاد پر تقسیم کرنے کیلئے تیار ہے۔اور اللہ نے بھی وراثت کی تقسیم میں حسب و نسب کے رشتوں کو شریک کیا ہے۔نوکروں اور ہمسایوں اور دوستوں کو وراثت میں شریک نہیں کیا۔یہ مساوات غیر فطری اور غیر قانونی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ایسا کرنا غیر فطری ہے۔اس لئے مالک اور نوکر کی مثال دی کہ جب تم ایسا نہیں کرتے ہو اور ایسا کرنا غیر فطری ہے تو تم خالق اور مخلوق کے فرق کو کیوں مٹاتے ہو۔یہ آیات مال و اقتدار کی مساوات کی نفی کرتی ہیں۔ایسا جبراً کیا گیا تو اللہ کی لا شریک حاکمیت کو چیلنج ہے۔ایک غیر فطری نظام مسلط کرنے والی بات ہے۔ اللہ اِن مثالوں کو اپنے لا شریک حاکم ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کر رہا ہے۔انسانی معاشرے میں تکریم کا معیار میں مساوات ہے، دولت و اقتدار نہیں۔معیارِ تکریم تقوٰی ہے۔ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاوَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ :43/32 ترجمہ۔کیا تیرے رب کی رحمت کا ضابطہ،قانون وہ بنائیں گے؟ ہم نے ہی اِن کی دنیاوی زندگی میں باہمی زندگی گزارنے کا قانون بنایا ہے۔اورہم نے ہی بعض کو بعض پر درجات کی بلندی عطا کی ہے۔تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیں۔یقیناً یہ تیرے رب کا رحمت بھرا قانون بہتر ہے اُن قوانین سے جن پر وہ اجماع کر رہے ہیں۔43/32
مال و دولت ہو یا درجہ ، رینک اور اقتدار کی فضیلت ہو ، جب فضیلت والے اپنے نوکروں کو برابر نہیں کرتے تو اللہ کی بادشاہی میں دوسروں کو شریک کر کے اللہ کی رحمت کا انکار کر رہے ہیں۔اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بعض کو بعض پر درجات کی فوقیت اس لئے دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیں۔ یقیناً یہ تیرے رب کا رحمت بھرا قانون ہی بہتر ہے اُن قوانین سے جس پر وہ اجماع کر رہے ہیں۔43/32
معاشی طور پر کم اور زیادہ کمانے والے اور انتظامی درجہ بندی حاکم اور ماتحت کے طبقات کا وجود ہمیشہ رہے گا۔اللہ کے ہاں مالدار اور بادشاہ ہونا تقوٰی کا معیار نہیں ہے۔ اللہ کی فرماں برداری تقوٰی والی زندگی ہے۔ جن لوگوں کو مال اور اقتدار میں فضیلت ہے۔ وہ اپنے فضل اور اقتدار کو اللہ کے قرآن کے بلاغ و نفاذ کیلئے استعمال کرتے ہیں یا نہیں اُن کا امتحان ہے۔اسلامی مملکت میں ملکیت بطورِ امانت ہے۔اغنیاء سے صدقات لئے جائیں گے اور صدقات سے ریاست کو ایک فلاحی مملکت بنایا جائے گا۔پیداواری صلاحیت کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

امیروں پر ٹیکس یعنی صدقہ فرض کیا جائے گا جو عوام کی فلاح کیلئے خرچ ہو گا۔جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور 9/60 آیت میں اِن کی باقاعدہ فہرست ہے جہاں صدقات خرچ ہوں گے۔اسلامی نظام میں اغنیاء سے چھین کر اُن کو نچلی سطح پر نہیں لایا جائے گا بلکہ اُن سے صدقات لے کر نچلی سطح کے لوگوں پر خرچ کر کے ترقی کے مواقع فراہم کر کے اوپر کی سطح پر لایا جائے گا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زمین اور اس کی پیدوار اللہ کی ملکیت ہے اس کے علاوہ فرد کی ملکیت ہے۔**لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ** میں ملکیت کے دو خانے نہیں۔یہ حضرات ملکیت کے دو خانے بنا کر فکری تضاد کا شکار ہیں۔جب مشاہدے میں کچھ نہ کچھ فرد کے اختیار سے خارج نہیں کر سکے تو مجبوراً ملکیت کے دو خانے بنادیئے۔کیونکہ ہر شے کا وجود اگر چہ اللہ کا عطا کردہ ہے لیکن اُسے کسی حدتک اپنے وجود پر اختیار بھی ہے لہٰذا اُسے طوعاً وکرہاً اللہ کی فرماں برداری کے لئے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔اور وہ اپنے عمل سے اللہ کی حاکمیت کا اقرار کر رہا ہے۔اللہ نے انسان کو صاحب اختیار بنایا اور کائنات کو بھی اس کیلئے مسخر کیا۔دوسرے لفظوں میں الارض کا خلیفہ اِن معنوں میں ہے کہ زمین کی عارضی ملکیت بطورِ امانت اس کے پاس ہے۔جس طرح کائنات اللہ کے حکم کے مطابق اس کیلئے مسخر ہے اسی طرح انسان کو اپنے ارادے اور اختیار کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کرنا چاہیے۔یہ کوئی ٹوٹل پورا کرنے والی بات نہیں کہ سب کچھ چند لوگوں کے سپرد کر کے ہم بری الذمہ ہو گئے ہیں کہ ہم نے اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ بلکہ ہر شخص مطمئن بھی ہو کہ اُس کی صلاحیت اللہ کے پروگرام کیلئے لگ رہی ہے۔خلوص کے ساتھ بھی انسان ہوائے نفس کا شکار ہوتا ہے۔ مشرکانہ نظریات بھی خلوص کے ساتھ پروان چڑھتے ہیں۔خلوص تقوے کا معیار نہیں ہے۔خلوص کو بھی چیک کرنے کا پیمانہ اور میزان قرآن ہے۔ہوائے نفس انسان کو قرآن سے کوسوں دور لے جاتی ہے۔اور یہ ہوائے نفس کا تابع سراب زدہ انسان جنت کی اُمیدیں لگائے ہوئے شاہراہِ جہنم پر چھلانگیں لگاتا ہوا ایک دن جہنم میں پہنچ جائے گا۔

4.اَلرِّ بٰوا 2/275: بنیادی سہ حرفی مادہ ر ب ی ہے **رَبَا یَرْبُوْا** کا معنی ہوتا ہے۔زیادہ ہونا، بڑھنا، پھلنا اور پھولنا وغیرہ۔قرآن میں ہے۔**یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ** ۔2/276 اللہ الربٰوا کو مٹاتا اور الصدقات کو بڑھاتا ہے۔ 22/5 میں الارض کیلئے **رَبَتْ** زمین کے پھلنے پھولنے کیلئے آیا ہے۔**رَبْوَہ** بلند اور اُونچے ٹیلے کو کہتے ہیں۔**اَلرِّ بٰوا** کا موضوع 2/275 سے شروع ہوتا ہے۔اس سے ماقبل 261 تا 274 انفاق فی سبیل اللہ کی بات ہو رہی ہے۔اللہ کے ہاں اُس کا کیا بدلہ ہے۔مثالیں دے کر سمجھایا جا رہا ہے۔ایسے صدقات کے مستحق لوگوں کو اُدھار دے کر اُن سے بڑھوتری لینا حرام قرار پایاہے۔ اُن کی ہنگامی ضرورت کو پورا کرنا جن کا بزنس اور تجارت یعنی البیع سے کوئی تعلق نہیں۔یقیناً اُن کی ہنگامی طور پر کوئی رُکی ہوئی ضرورت پوری کرنی ہے۔اگر اس اُدھار پر کوئی زائد لیا گیا تو یقیناً یہ **اَلرِّ بٰوا** کہلائے گا۔**اَلرِّ بٰوا** قرآن کی اصطلاح ہے۔جو البیع کے نفع پر لاگو نہیں ہوتی کیونکہ **وَاَحَلَّ**

اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اللہ نے البیع کو حلال قرار دیا ہے اور الرّبٰوا کو حرام قرار دیا ہے۔اس پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں کہ کیا البیع کو الرّبٰوا کہہ سکتے ہیں؟ کیا بیع اپنے سرمایہ سے ہر آدمی خود ہی کرے گا ؟ کیا وہ دوسرا آدمی نوکر رکھے گا یا وہ اُسے البیع میں حصّہ دار بنا کر کام لے گا؟ کیا دوسرا فرد صرف سرمایہ کی بنیاد پر البیع میں شریکِ نفع ہو سکتا ہے؟ان سوالوں کی مشاہداتی دلیل یہی ہے کہ البیع میں اکیلا آدمی کافی نہیں ہے دوسرا آدمی نوکر ہو یا حصّہ دار ضرور رکھنا پڑتا ہے۔بڑے بڑے کاروبار، ورکشاپیں اور کارخانے اس کی واضح مثالیں ہیں۔البیع میں کوئی نوکر ہو یا سرمایہ کار کی شراکت، شرائط طے کر کے فائدہ لیا جا سکتا ہے۔دونوں پارٹیوں کی رضا مندی سے البیع میں سرمایہ کاری کی بنیاد پر کسی کاروبار کرنے والے سے جو معائدہ طے ہو جائے اُسے البیع کہا جائے گا۔اس طرح سرمایہ کار کو جو نفع حاصل ہوگا وہ الرّبٰوا نہیں کہلائے گا۔اَلـرِّ بٰـوا جس کو اللہ نے منع کیا ہے۔یقیناً وہ البیع سے کوئی الگ شے ہے جس کا البیع سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔معائدے کی شرائط نفع ہو یا نفع و نقصان میں شراکت ہو البیع کہلاتی ہے۔اَلـرِّ بٰوا ایسے راس المال پر زائد لینا ہے جس کا البیع سے کوئی تعلق نہ ہو۔لہٰذا بہت واضح ہے کہ جہاں البیع ہے وہاں اَلـرِّ بٰـوا نہیں۔جہاں اَلـرِّ بٰوا ہے وہاں البیع نہیں۔اب یہ واضح ہے کہ ایسا اُدھار جو کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ہو جو البیع کی مد میں نہ آتا ہو۔اُدھار لینے والے کا اُدھار سے پیداوار کرنا اور نفع کمانا مقصد نہ ہو۔ایسے ضرورت مند سے جو صدقات کا مستحق تھا اُسے اُدھار دے کر اصل زر سے زائد وصول کرنا اَلـرِّ بٰوا کہلاتا ہے۔ایسے مواقع صدقات دینے کے ہوتے ہیں۔محتاج لوگوں سے البیع بھی ہوسکتی ہے بشرطِ کہ یہ لوگ ہنرمند ہیں تجارت یا کسی کاروبار میں مہارت رکھتے ہیں اور وہ البیع کے لئے ادھار لیں۔اس کی مثال یوں سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اگر کوئی دوکاندار یہ اشتہار لکھ کر لگا دے کہ ضرورت مندوں کے لئے یہاں سے ادھار چیزیں بغیر نفع کے مل سکتی ہیں۔خود سوچئے یہ دوکاندار کتنے دن کاروبار کرسکتا ہے۔دوکاندار ضرورت مند اور محتاج کو چیزیں نفع پر ہی فروخت کرتا ہے۔ضرورت مند کا ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اُدھار لینا اور البیع کیلئے اُدھار لینا دونوں الگ الگ مسئلے ہیں۔ دونوں کو ایک نہ کریں اللہ کی کتاب کا یہی فیصلہ ہے۔ اَلـرِّ بٰوا اور البیع الگ الگ ہیں۔البیع میں اصل زر کاروبار میں لگتا ہے۔نفع حاصل کرتا اور پیداوار دیتا ہے۔ایسا بار بار ہوتا ہے۔البیع میں اُدھار دینے والا نفع میں شریک ہوتا ہے۔جب کہ ضرورت پر خرچ ہونے والا اُدھار نفع نہیں کماتا اور ضرورت مند کو مزید اپنی جیب میں سے فالتو رقم دینی پڑتی ہے۔لہٰذا سرمایہ کاری پر نفع حلال ہے اور یہ البیع ہے۔حاجت مند کی ضرورت پوری کرنے کیلئے جو غیر پیداواری مد میں اُدھار دیا ہو ایسے اُدھار پر اصل زر سے زائد لینا اَلـرِّ بٰوا کہلاتا ہے۔اَلـرِّ بٰوا کو الصّدقات کی ضد میں لاکر ثابت کیا ہے کہ اَلرِّ بٰوا صدقات کے مستحق لوگوں سے لیا جا رہا ہے۔یہ یک طرفہ مفاد حرام ہے۔کیونکہ صدقات کے مستحق لوگ اس اُدھار کو ضرورت پر صرف کرتے ہیں جس میں کوئی پیداوار نہیں اور انہیں اُدھار پر جو زائد دینا پڑتا ہے وہ یک طرفہ فائدہ ہوتا ہے۔اُدھار لینے والے کی رقم میں اضافہ نہیں

ہوتا مگر اُدھار دینے والے کی رقم میں یک طرفہ اضافہ ہوتاہے۔یہی وہ لامِ تعریف والا اَلرِّ بٰوا ہےجوضرورت مند کوکسی غیر پیداواری مد میں اُدھار دیا گیا ہوایسے اُدھار پر زائد لینا قرآن کی اصطلاح میں اَلرِّ بٰوا ہے۔ یہ حرام ہے۔ایسا اُدھار جس میں باہمی مفاد ہو پیداواری مد میں ہو البیع ہے۔یہ حلال ہے۔اُدھار لینے والا اس سے نفع کما رہا ہے لہٰذا اس نفع میں اُدھار دینے والے کا سرمایہ ایک قوت ہے اس لئے اس نفع میں اُس کا حق ہے۔اگر اُدھار لینے والے کا تو دُگنا ہو رہا ہے۔اور دینے والے کو اصل زر ہی ملے تو یہ ظلم ہو گا۔ البیع میں باہمی فائدہ ہوتا ہے۔اس لئے اللہ نے اسے حلال قرار دیا ہے۔البیع کیلئے دیئے گئے اُدھار پر زائد لینا حلال اور ضرورت مند کی غیر پیداواری مد میں اُدھار دے کرزائد لینا اَلرِّ بٰوا جو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ البیع اوراَلرِّ بٰوا میں اتنے واضح فرق کے باوجودبھی جو لوگ البیع اوراَلرِّ بٰواکو ایک ہی جیسا سمجھتے ہوں اُن کی قرآن فہمی سے اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مفاد کے پیشِ نظر اَلرِّ بٰوا کو بھی البیع کی مثل کہتے ہیں۔اللہ کے ہاں اُن کا قول غلط ہے۔جب صورتِ حال یہ ہوجائے ہ البیع اور اَلرِّ بٰوا میں امتیاز ہی نہ رہے۔ہرقسم کا نفع حرام ہو جائے توکوئی نظام ترتیب دینا مشکل ہوجائے گا۔ہمیشہ غلط فہمی کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔اب اس کا ازالہ ہوناچاہیے۔اگر یہ کوئی سازش ہے توہمیں اس سازش کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔یہ قرآن کی آیات کا غلط مفہوم لینے کی وجہ سے ہوا ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ البیع اَلرِّ بٰوا کی طرح ہے۔اللہ نے جب البیع کو حلال کیا اور الـرِّبٰوا کوحرام قرار دیا تو اللہ کے ہاں البیع میں لگا ہوا مال اور اس کا نفع حلال ہے2/275 اللہ اَلرِّ بٰوا کو بربادکرتا ہے اور الصدقات کو بڑھاتا ہے 2/276 گویا یہ ایسا عمل ہے جو صدقات کے مستحق لوگوں سےکرنا حرام قرار پایا ہے۔ان سے صرف اصل زر لیا جائے اگر ان کی ضرورت کیلئے ان کو صدقہ کر دیا جائے تو بہتر ہے۔دونوں عوضین کا برابر ہونا جبکہ کسی فریق کونفع نہ ہو البیع کی تعریف میں نہیں آتا۔لہٰذا عوضین کی برابری صرف کسی کی مدد کیلئے ہوتی ہے۔اگر اصل زرفریق ثانی کے پاس جاکر بڑھتا ہے توفریق اول پر ظلم ہے کیونکہ وہ نفع میں شریک نہیں۔اگرفریق ثانی ضرورت پرخرچ کرے اور فریق اوّل زائدلے تو یہ اَلــرِّ بٰـوا ہے۔اس اصول کے پیش نظرغیر پیداواری مد میں دیا گیا ادھار اَلــرِّ بٰـوا کہلائے گا۔باقی تمام صورتیں کمرشل البیع کی تعریف میں ہوں گی۔صدقات کے مستحق لوگوں کو ادھار دے کر زائدلینا اَلرِّ بٰوا ہے، جو معاشرے کی تباہی ہے۔اس اَلــرِّ بٰـوا کو اللہ ختم کرتا ہے البیع میں لگائی گئی رقم سرمایہ کاری ہے۔ادھار کی یہ اصطلاح ہی نہیں ہے یہ البیع ہے اور نفع میں شرکت مشترکہ ہے ۔معاشرے میں ترقی اور کاروبارمیں بے بہا اضافہ بھی مشاہداتی دلیل ہے لہٰذا جو ادارے کمرشل بنیادوں پر ادھار دیتے ہیں, یہ ادارے اَلرِّ بٰوا کی تعریف میں نہیں آتے۔سرمایہ کاری حلال ہے،سرمایہ داری حرام ہے۔

2/219 آیت میں قُلِ الْعَفْوَ کے معنی کئے جاتے ہیں زائد ازضرورت دے دو۔قرآن زائد از ضرورت کی کوئی حد

مقرر نہیں کرتا۔سوال تو یہ ہے کہ کس مقصد کیلئے خرچ کرنا ہے جواب ہے کہ لوگوں کی عافیت کے لئے خرچ کرنا ہے جیسا کہ 2/215 میں خرچ کرنے کا مقصد والدین، اقربا،مسکین اور ابنِ سبیل پرخرچ کرنا بتایا تھا۔2/219 میں قُلِ الْعَفْو کہہ کر انفاق کا مقصد بتایا جا رہا ہے کہ یہ انسانوں کی عافیت کیلئے ینفقون ہوگا۔اللہ کی ذات عفوًا غفورًا ہے۔وہ عافیت اورمغفرت والی چیزیں پیدا کرنے والا ہے۔کیا اللہ زائد ازضرورت چیزیں پیدا کرنے والا ہے۔لہٰذا زائد ازضرورت کا معنی غیرموزوں اورمنشاء ربّانی کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ ترقی کے عمل کو بھی متاثر کرتا ہے۔اور معاشرے میں ترقی کیلئے بچت کی سکیموں کی نفی ہوجاتی ہے۔اور ذاتی ملکیت کا تصور بطورِ امانت جو اللہ نے انسان کو تفویض کیا ہے۔ اُسے بھی دھندلا سا کر دیتا ہے۔ انسانوں کی عافیت صدقات کے ذریعے انفاق کا مقصد ہے دوسری آیت اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى 53/39 ہے انسان کیلئے صرف وہی ہے جس کی اُس نے کوشش کی۔اِس آیت کو اپنے سیاق و سباق سے ہٹا کر اَلرِّ بوٰا سے جوڑنا یحرفون الکلمة عن مواضعه نہیں تو اور کیا ہے۔اس سے پہلے نمبر 38 میں ہے کہ یہ وہ وقت اور وہ جگہ ہے جہاں کوئی کسی کا بوجھ اُٹھانے والا نہیں ہے۔اس جہان میں تو ایک دوسرے کی غلطیوں کا ازالہ کرنے والے اور بوجھ اُٹھانے والے موجود ہیں۔یہ تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر اللہ کے سامنے پیش ہونے والے جہان کی بات ہے جہاں موت نہیں ہے۔جب وہاں کے قوانین کو اِس جہان میں لاگو کریں گے تو یہ ناممکنات کو ممکن بنانے کی لاحاصل کوشش ہو گی۔آیت مبارکہ میں لَیْسَ اور اِلَّا کا حصر کسی فرد کو بھی بغیر محنت کے کسی شے کا حق نہیں دیتا۔اس کلمہ حصریہ میں کوئی استثناء نہیں ہے۔بچّے،بوڑھے،مریض اور عورتوں کا بغیر محنت کے کسی شے پرحق تسلیم کرنا اس آیت کی نفی ہو جاتی ہے۔یہ صورتِ حال اس دنیاوی معاشرے میں ناممکن ہے کہ سو فیصد محنت کر کے کھانے والے ہوں۔ بچّے، بوڑھے، بیمار اور عورتیں وغیرہ تقریبًا پچاس فیصد سے زیادہ تعداد بغیرمحنت کے ہے جن کے کھانے پینے کا انتظام محنت کرنے والوں کو کرنا پڑتا ہے۔اللہ نے باپ کو اپنی اولاد کا بالغ ہونے تک کفیل بنایا ہے اورمرد کو بیوی کی کفالت کا ذمہ دار بنایا ہے۔وراثت کے قانون میں بغیرمحنت کے وُرثہ جائداد کے وارث بن جاتے ہیں۔کیا ایک ماں اپنے دودھ پیتے بچّے کی کفالت سے دستبردار ہو سکتی ہے؟ یہ اس دنیا میں ناممکن ہے۔لہٰذا مودبانہ گزارش ہے کہ اس آیت کو کسی بھی دنیاوی مسئلے کیلئے دلیل نہ بنایا جائے۔ الف لام معرفہ کی لغت کا جائز استعمال ضرور کرنا چاہئے کیونکہ اس کے ایک سے زیادہ مفہوم ہیں۔من چاہی تاویل کا امکان ہے۔ اس لئے قرآن کے باقی مقامات بھی سامنے ہوں اورمشاہدات عالم کی روشنی سے بھی استفادہ ضروری ہے۔مثلاً الخمر اور المیسر سے جب تک ہم خاص خمراورخاص میسرمراد نہ لیں تو اس کا مفہوم واضح نہیں ہوگا اور عام مفہوم لینے سے ہر خمیری شے اورآسانی سے ملنے والی شے حرام ہو جائے گی۔یہ اصطلاحاتِ قرآن کے کلمات خصوصیت کے حامل قرار نہ پائیں قرآن فہمی میں دشواری ہو گی۔الخمر کی وجہ سے جس جس شے سے نشہ بنتا ہے وہ حرام قرار دی جائے۔یہ فہم درست نہیں ہے۔مثلاً انگور سے نشہ بنایا جاتا ہے تو انگور کو حرام قرار دیا جائے یہ قرآنی فتوٰی نہیں ہے۔

اَلۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ 2/219: یہ دونوں کلمات الف لام معرفہ سے شروع ہوتے ہیں۔خمر خمیر شدہ شے کو کہتے ہیں اور میسر ہر شے جو آسانی سے مل جائے۔ہمارا مشاہدہ ہے کہ نہ تو خمیر شدہ شے حرام ہے اور نہ ہی ہر آسانی سے ملنے والی شے حرام ہے۔کیونکہ ہم خمیر شدہ اشیاء کھاتے ہیں اور والدین کی طرف سے بہت سی چیزیں ہمیں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ اللہ کی طرف سے وراثت کا قانون بغیر محنت کے بڑی آسانی سے بہت سی چیزیں ہمارے نام منتقل کر دیتا ہے۔لہٰذا مادے کے بنیادی معنی کی وجہ سے ہر شے کو حرمت میں شامل کرنا قرآنی تعلیم کے مطابق نہیں ہے۔ لہٰذا الف لام معرفہ کی خصوصیت الخمر کو صرف میڈیکل یعنی محکمہ صحت کی طرف سے جاری شدہ منشیات کی لسٹ تک محدود رکھتا ہے۔منشیات کے بارے حتمی فیصلہ صرف محکمہ صحت کے دائرہ اختیار میں ہے۔جس شے کو وہ منشیات کی لسٹ میں درج کر دے وہ الخمر کہلائے گی۔المیسر کو لامِ تعریف جوئے کی معروف شکلوں تک محدود رکھتا ہے ۔ اللہ نے ان دونوں کو اثم" کبیر فرمایا ہے۔7/33 میں اثم" کو حرام قرار دیا ہے۔5/90 میں الخمر اور المیسر کو اللہ نے رجس" فرمایا ہے۔حکمِ ربّانی ہے فاجتنبوہ پس اس رجس سے دور رہو۔ لہٰذا اللہ کی کتاب سے ان دونوں کی حرمت ثابت ہے۔اَلرِّبٰوا کے بارے بھی اتنی لمبی لسٹ بنانے میں یہی فلسفہ کار فرما ہے کہ ہر قسم کی بڑھوتری کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ایسا ذہن رکھنے والوں کے نزدیک کوئی کاروبار بھی اَلرِّبٰوا کی زد سے بچا ہوا نہ پاؤ گے۔ اَلرِّبٰوا کا قرآنی مئوقف صدقات کے مستحق لوگوں کو اُن کی غیر پیداواری مد میں مدد کے لئے اُدھار دے کر زائد لینا اَلرِّبٰوا کہلاتا ہے۔لہٰذا کمرشل بینک، انشورنش کمپنیاں، کمرشل ادارے، کرایہ داری اور دوسری کاروباری شکلیں قرآنی نقطہ نظر سے اَلرِّبٰوا کی زد میں نہیں ہیں۔کیونکہ یہ تمام شکلیں استحصالی نہیں ہیں بلکہ باہمی مفادات کے تحت عوام کی سہولت کیلئے کاروباری ادارے ہیں جو اَلرِّبٰوا کی حدود سے خارج ہیں۔کچھ لوگوں کا خیال ہے سرمایہ پر محنت مزدوری کر کے نفع لینا حلال ہے اور محنت کے بغیر سرمایہ کی بنیاد پر نفع لینا اَلرِّبٰوا ہے۔یہ سب محنت مزدوری اور تجارت کے فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوا ہے۔تجارت میں نفع ہمیشہ سرمایہ پر ہوتا ہے مثلاً ایک سو بکری (sale) پر دس روپے نفع ملے گا۔ بغیر سرمایہ کے کوئی فرد ایک جگہ سارا دن بیٹھا رہے کچھ بھی نہیں ملے گا۔سرمایہ کی وجہ سے جتنے سینکڑے آئیں گے اُتنی دہائیاں نفع کی ہوں گی۔محنت اور مزدوری میں آٹھ گھنٹے کام کرنے کی مقرر شدہ اُجرت ملے گی۔سرمایہ کاری کا تصور ایسی جائداد ہوتا ہے جو فاضل پیداوار دے۔سرمایہ مادی ہو یا غیر مادی اس سے نفع حاصل کرنا اور ترقی کرنا ہر انسان کا حق ہے۔ظاہر ہے جس کے پاس زیادہ صلاحیت ہوگی زیادہ کمائے گا وہی دوسروں پر زیادہ خرچ کرے گا اور ریاست کو زیادہ صدقہ (ٹیکس) دے گا۔محنت و مزدوری میں اوقاتِ کار کا معاوضہ ہے اور تجارت میں بکری (sale) پر بحساب فی صد نفع ہوتا ہے۔
تجارت میں سرمایہ کے بغیر محنت نہیں ہوسکتی لہٰذا سرمایہ کار کی بغیر محنت کے کاروبار میں شمولیت جائز ہے۔سرمایہ داری حرام ہے سرمایہ کاری البیع ہے لہٰذا یہ حلال ہے۔وَمَا اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ رِّبًا لِّيَرۡبُوَا فِىۡۤ اَمۡوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرۡبُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ ج وَ

مَا اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُو لٰٓئِکَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ. 30/39 اور جو تم مذکورہ ضرورت مندوں کو بڑھوتری کی نیت سے اُدھار دیتے ہو تا کہ وہ اُدھار دیا ہوا تمہارا مال ہی لوگوں کے مال کے مقابلے میں یک طرفہ بڑھتا رہے۔پس وہ اللہ کے ہاں تو نہیں بڑھتا(کیونکہ یہ لوگ تو صدقے کے مستحق تھے جن کو اُدھار دے کر زائد لینا شروع کیا ہے) اور جو تم لوگوں کی نشوونما کیلیئے دیتے ہواور تم اللہ کی رضاچاہتے ہوتو یہی لوگ اللہ کے ہاں اضافہ کرنے والے ہیں۔یہاں رِبًا کی تنوین عہد ذکری ہے یہ اُسی اَلرِّبٰوا کا بیان ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔اور حرف " فِی " بمعنی مقابلہ ہے۔یہ اُدھار صدقے کے مستحق لوگوں کو دیا گیا ہے جنہوں نے اس اُدھار سے تجارت نہیں کرنی جس کی وجہ سے اُن کے مال میں تو اضافہ نہیں ہوا لیکن اُدھار دینے والے کا مال اُن کے مال کے مقابلے میں بڑھ رہا ہے۔اس آیت میں یک طرفہ بڑھوتری کا تصور سامنے لایا گیا ہے۔جو ضرورت مند سے لیا گیا ہے جو اس سے البیع نہیں کر رہا۔آیت نمبر 2/280 میں ہے کہ اگر وہ تنگ دست ہو تو خوشحالی تک مہلت دینی ہے۔اگر تم اُسے صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ بزنس ڈیل نہیں ہے۔یہ کوئی تجارت اور کاروبار کے لئے اُدھار نہیں دیا گیا۔ یہ کوئی صدقے کا مستحق فرد تھا جس کو اُدھار دیا گیاہے۔جب کہ ہمارے کمرشل ادارے بنک وغیرہ لوگوں کے پیسے جمع کر کے قومی ترقی میں لگاتے ہیں۔نفع بخش کاروبار کرتے ہیں۔یہ کوئی خیراتی ادارے نہیں ہیں لہٰذا باہمی مفادات کی بنیاد پر کمرشل اداروں میں انویسٹمنٹ کرنا البیع کہلائے گی۔یہ اَلرِّبٰوا نہیں ہے۔ہمارے ہاں صدقات پر چلنے والے ادارے ہیں جہاں کاروباری انویسٹمنٹ نہیں ہوسکتی مثلاً تعلیمی ادارے، ویلفیر سنٹر اور اسپتال وغیرہ جہاں لوگ صدقات دیتے ہیں۔ایسے اداروں کو اُدھار دے کر زائد لینا الرِّبٰوا کہلائے گا۔ لہٰذا صرف صدقات کے مستحق ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے جو غیر پیداواری مد میں اُدھار دیا جائے اُس پر زائد لینا اَلرِّبٰوا کہلائے گا۔اس کے علاوہ باہمی مفاد کے لئے کمرشل بنیاد پر کسی کو اُدھار دے کر اُس کے کاروبار میں شریک ہوکر نفع میں شریک ہونا البیع کہلاتا ہے۔لہٰذا یہ حلال ہے۔ اَلرِّبٰوا ضرورت مند افراد کے لئے تباہی اور مرکزِ رسالت یعنی اسلامی ریاست سے جنگ ہے لہٰذا اسے تفصیلاً بیان کرنا ضروری تھا۔

5۔وراثت۔وارثت کی آیات ذاتی ملکیت کے لئے نصِ قطعیہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس وراثت میں خاص حسبی نسبی رشتوں کا ذکر ہے دوسرے شامل نہیں۔یہ کوئی عبوری قانون نہیں یہ اسلامی ریاست میں نافذ کرنے والا قانون ہے۔اس پر عمل نہ کرنے والے جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔ سورۃ نمبر 4 کی آیات نمبر 7 تا 14 ملاحظہ فرمایئے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ص وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿7﴾ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿8﴾ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ص فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿9﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿10﴾ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ق لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ج فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ج وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ج فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ج فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿11﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ج فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ج فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ج فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ لا غَيْرَ مُضَآرٍّ ج وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿12﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿13﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ص وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿14﴾ ع ترجمہ۔مردوں کے لئے حصّہ ہے اِس میں سے جو اِن کے والدین اور اقرباء نے چھوڑا ہے۔اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اِس میں سے جو اِنکے والدین اور اقرباء نے ترکہ چھوڑا ہے۔خواہ یہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ یہ حصّے اللہ کی طرف سے مقررشدہ ہیں۔7 اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین بھی آجائیں۔ تو ان کو بھی ترکہ میں سے کچھ دے دو۔ اور ان کو ایسی دستور کی بات کہہ دو جو قرآن کے مطابق ہو۔8 اور ان کو ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑکر مرجائیں۔اور اُن کو اِن پر ظلم ہونے کا خوف لگا رہے۔پس چاہیے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے بچیں اوردرست بات کریں۔9 یقیناً جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے حاصل کرتے ہیں۔یقیناً وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں۔اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔10 اور اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر ترکے میں حصّہ ہے۔اگر عورتیں دو سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کا جو میّت نے چھوڑا ہے دو تہائی ان کے لئے ہے بشرطِ کہ مرد ایک ہو۔اور اگرایک عورت اور ایک مرد ہے توعورت کیلئے کل ترکہ کا آدھا حصّہ ہے۔ اوروالدین کیلئے دونوں میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصّہ ہے اگر اس کی اولاد ہے اس میں سے جو میّت نے چھوڑا۔ پس اگر اس کی اولاد نہیں ہے تو اس کا باپ وارث ہے اور اس کی ماں کا ایک تہائی ہے۔اور اگر اس کے بہن بھائی ہیں تو ماں کا چھٹا حصّہ ترکہ میں وصیّت اور اُدھار کی ادائیگی کے بعد۔تم بالکل نہیں جانتے کہ تمہارے

والدین اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے زیادہ قریب کون ہے از روئے نفع کے۔ یہ تو مقرر شدہ حصّہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یقیناً اللہ علم والے حکمت والے ہیں۔ 11 اور تمہارے لئے آدھا ہے اس ترکہ میں سے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر اُن کی اولاد نہ ہو۔ پس اگر اُن کیلئے اولاد ہے تو تمہارے لئے چوتھائی ہے ترکہ میں سے وصیّت کے بعد جو وہ کریں اور اُدھار کی ادائیگی کے بعد۔ اور ان کیلئے چوتھائی اس ترکہ میں جو تم چھوڑو۔ اگر تمہاری کوئی اولاد نہیں ہے۔ پس اگر تمہاری کوئی اولاد ہے تو پھر اِن کیلئے آٹھواں حصّہ ہے ترکہ میں سے جو تم نے چھوڑا ہے وصیّت کے بعد ہے جو تم کرو اور اُدھار کی ادائیگی کے بعد۔ اگر میّت کوئی مرد یا عورت ہو۔ اُس کا وارث کلالہ کو قرار دیا گیا ہو۔ اور اِس میّت کا ایک بھائی اور ایک بہن بھی ہو تو اِن میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے ترکہ میں۔ پس اگر اِس سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو وہ کل ترکہ کے ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔ یہ ترکہ کی وصیّت کے بعد ہے جو کی گئی ہو اور اُدھار کی ادائیگی کے بعد۔ اس میں کوئی نقصان والی بات نہیں ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے۔ اور اللہ ہی علم و حلم عطا کرنے والا ہے۔ 12 یہ مذکورہ احکام اللہ کی حدود ہیں۔ جو اللہ کی اِن حدود کی بذریعہ اُس کی رسالت کے اطاعت کرے گا۔ اللہ اُسے جنتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہ ہمیشہ اِن جنتوں میں رہیں گے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ 13 اور جو کوئی بھی اُس کی حدود کی بذریعہ اُس کی رسالت کے نافرمانی کرتا ہے۔ یقیناً وہ اُس کی حدود سے تجاوز کرتا ہے۔ اللہ اُسے آگ میں داخل کریگا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اُس کیلئے یہ دردناک عذاب ہے۔ 14

مذکورہ وراثت کے قانون پر عملدرآمد کرایا جائے جو اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے اس پر عمل نہ کرنے والوں کو اللہ اور رسول کا نافرمان قرار دیا گیا ہے اور جہنمی قرار دیا گیا ہے۔ اور ثابت ہوا کہ قرآن ہی اللہ اور رسول کی اطاعتِ واحد ہے۔ اور اس پر عمل معاشی نظام میں قرآنی انقلاب ہے۔ اور وراثت کی آیات سے ذاتی ملکیت بطور امانت ثابت ہے۔ وراثت کے علاوہ ذاتی ملکیت بطورِ امانت کے مندرجہ ذیل قرآنی دلائل ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

(1) وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ.. 4/6

ترجمہ۔ اور اس کو (یتیموں کا مال) اسراف اور جلدی میں نہ کھا جاوٴ۔ یہ کہ وہ بڑے ہو کر لے لیں گے۔ پس جو مال دار ہے۔ پس چاہیے کہ وہ ان کا مال کھانے سے بچ جائے۔ اور جو محتاج ہے۔ پس چاہیے کہ وہ قرآنی دستور کے مطابق کھائے۔ ''4/6'' وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ترجمہ۔ یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاوٴ مگر ایسے طریقے کے ساتھ جو حسن کارانہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔ ''6/152'' یہاں امیر اور غریب کا تصور موجود ہے۔ اور یتیموں کی ملکیت بھی ثابت ہو رہی ہے اس لئے کہا جا رہا ہے کہ اُس کے مال کے قریب نہ جاوٴ۔

(2) وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۔ ترجمہ۔"اور اگرتم ڈرتے ہوکہ عورتوں کے بارے ظلم نہ کر بیٹھو تو یہ نظامِ کفالت ہے جو اللہ نے تمہارے لئے پسند کیا ہے۔دو دو، تین تین، چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔پھر اگر تمہیں خدشہ ہے کہ عدل نہ کرسکو تو پھرایک ہی جائز ہے یعنی جن سے تمہارا نکاح ہے۔یہی حکمِ ربّانی عدل کے زیادہ قریب ہے کہ تم سرکشی نہ کرو۔4/3 وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ۔ترجمہ۔اور جو مذکورہ بالا کے سوا ہیں اُن سے تمہارا نکاح جائز ہے یہ کہ تم اپنے مال کے ذریعے معائدہ نکاح کی پابندی میں پاک دامن بنو، بدکاری کرنے والا نہ بنو۔" 4/24 مرد اپنے مال خرچ کرکے نکاح کریں۔اغنیاء کیلئے ہے کہ وہ دودو، تین تین، چار چار کریں یہ نظامِ کفالت ہے۔ملکیت اور زائداز ضرورت کا تصور نہ ہو تو معائدہ نکاح کیلئے مال کہاں سے آئے گا۔

(3) لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۔ترجمہ۔مردوں کیلئے حصّہ ہے اُس میں سے جو انہوں نے کمایا ہے۔اور عورتوں کیلئے حصّہ ہے اُس میں سے جو انہوں نے کمایا ہے۔" 4/32

(4) وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ترجمہ۔"اگر تم کسی بیوی کو اُس کے مقامِ زوجیت سے ہٹانا چاہتے ہو۔اور تم ان میں سے الگ ہونے والی کو ڈھیر مال دے چکے ہو۔پھر حکم ہے کہ اِس میں سے کچھ بھی نہ لو۔کیا تم اُس سے یہ مال لو گے بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا مرتکب ہوکر۔" 4/20 یہ ڈھیر سارا مال زائدازضرورت کی نفی ہے اور عورت کی ملکیت ثابت کرتا ہے۔

(5) اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۔۔"خون بہا ادا کرنا ہے اُس کو احسان کے ساتھ۔" 2/178 مقتول کے وُرثاء کو خون بہا دینے کے لئے مال کہاں سے آئے گا۔ اگر زائد از ضرورت اور ملکیت نہیں ہے۔58/3,4 میں ظہار کی سزا ساٹھ مسکینوں کا کھانا یا گردن کو آزاد کرانے کے لئے مال کہاں سے آئے گا۔اگر ملکیت اور زائد از ضرورت نہیں ہے۔ثابت ہوا کہ ذاتی ملکیت بطور امانت ہے۔

(6) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ ۔۔ترجمہ۔اور جان لو کہ جو شے تم میدانِ جنگ سے حاصل کرتے ہو۔پس یقیناً اُس کا پانچواں حصہ اللہ یعنی مرکزِ رسالت کے لئے ہے۔8/41 غنیمت کا 80 فی صد مجاہدین میں تقسیم کر کے اُنہیں مال کا مالک بنایا جا رہا ہے۔یہ ملکیت کا ثبوت ہے۔

(7) حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۔۔۔ترجمہ۔"اِن سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور وہ ماتحت بن کر رہیں۔" 9/29 فَاِمَّا مَنًّا ۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً اُن کو بطور احسان یا فدیہ لےکر چھوڑ سکتے ہو۔47/4 غیر مسلموں سے جزیہ اور فدیہ اُن کی ملکیت کے بغیر کیسے طلب کر سکتے ہیں۔

(8) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ترجمہ۔"اے ایمان والو! جب تم رسول سے نجویٰ کرتے ہو تو اپنی نجویٰ سے پہلے صدقہ دو۔58/12" نجویٰ سے پہلے صدقہ کا حکم لوگوں کے پاس زائد از ضرورت اور ملکیت کا ثبوت ہے۔جو سرکار سے نجویٰ کرنے کے لئے کورٹ فیس ہے۔"ذٰلِكَ

خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" ترجمہ: یہ صدقہ دینا ہی تمہارے لئے بہتر ہے اور تمہارے لئے پاکیزہ ہے پس اگر تم صدقہ کرنے کی گنجائش نہ پاؤ تو یقیناً اللہ غفور ہے رحیم ہے۔58/12" اور یہ بھی ثابت ہو رہا ہے غربت ہے اور فرمایا اگر کورٹ فیس نہ پاؤ تو اس کے بغیر بھی سرکار اور عدالت سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ طبقاتی فرق بھی نظر آ رہا ہے۔لیکن عدل کے لئے غربت رکاوٹ نہیں ہے کہ مال دار کی سرکار تک پہنچ ہے اور غریب کی پہنچ نہیں ہے۔مال کا نہ ہونا عدالت تک پہنچنے میں روک نہیں بلکہ دونوں کی سرکار تک پہنچ ہے اور وہ اپنا مسئلہ سرکار کے سامنے بغیر کسی رکاوٹ کے بیان کر سکتے ہیں۔

نوٹ:۔ اگر ذاتی ملکیت اور زائد از ضرورت کسی کے پاس نہیں ہے تو منافق پر یہ اعتراض کہ وہ مال خرچ نہیں کرتا بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ زائد از ضرورت تو کسی کے پاس ہے نہیں پھر ٹیسٹ کس چیز کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے پاس زائد از ضرورت مال ہے۔ملکیت بھی ہے۔اِن حالات میں جب وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے تو منافقت ثابت ہوتی ہے۔

(9) اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ قف لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ قف فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَ عَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ. ترجمہ۔ایک نے کہا۔کہ یقیناً یہ میرا بھائی ہے۔اِس کی ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہے۔اور یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کر دے۔اور بات کرنے میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے۔"38/23 یہ داؤد علیہ سلام کے دورِ حکومت کا واقعہ ہے۔ایک کے پاس ننانوے اور دوسرے کے پاس صرف ایک دُنبی ہے۔معاشی فرق اور ملکیت دونوں ایک نبی کے دورِ حکومت میں ثابت ہیں۔

(10) وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا لا وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ج فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا۟ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لا لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ج اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ۝ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ط هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝ ترجمہ۔ان کے سامنے دو آدمیوں کا واقعہ بیان کرو،ہم نے ان دونوں میں سے ایک کیلئے انگوروں کے دو باغ بنائے تھے اور ان دونوں کی باڑ کھجوروں سے لگائی تھی۔ اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی اُگا رکھی تھی۔ 32 دونوں باغ اپنا پھل دیتے تھے اور اس کے پھل میں کسی شے کی کمی نہیں چھوڑی۔اور ہم نے ان باغوں میں نہریں جاری

کر دی تھیں۔33اور اس کیلئے بڑا فائدہ تھا۔پس اس نے اپنے دوست سے کہا جبکہ وہ اس سے گفتگو کر رہا تھا کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور جتھے میں بھی تجھ سے زیادہ طاقت ور ہوں۔34اس طرح وہ اپنے باغ میں داخل ہوا جبکہ وہ اپنی جان کیلئے ظلم کرنے والا تھا۔کہنے لگا میں یقین نہیں کرتا ہوں کہ یہ باغ کبھی تباہ ہونے والا ہے۔ 35اور میں یقین نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے۔اور البتہ اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا جاؤں گا تو وہاں بھی ضرور اس سے بہتر جگہ پاؤں گا۔36اس کے دوست نے اسے کہا جبکہ وہ اس سے گفتگو کر رہا تھا کہ تو انکار کرتا ہے اس ذات کا جس نے تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے پھر تجھے ایک مکمل مرد بنا دیا۔37لیکن میں کہتا ہوں وہی اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا ہوں۔38تُو نے کیوں نہیں کہا جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا کہ جو شے بھی ہے سب اللہ نے بنائی ہے۔سوائے اللہ کے یہ سب نعمتیں بنانے کی کسی میں قوت نہیں اگر تو مجھے اپنے سے مال و اولاد میں کمتر خیال کرتا ہے ۔39 پس امید ہے میرا رب تیرے باغ سے بہتر مجھے عطا کرے اور اِس پر کوئی آسمان سے آفت بھیج دے پس وہ چٹیل میدان ہو جائے۔40 یا اُس کا پانی گہرائی میں اُتر جائے۔پھر تُو ہرگز اُسے حاصل نہ کر سکے۔41اور اس کے پھل کو تباہ کر دیا گیا پس وہ اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اس پر جو اس نے اِس میں خرچ کیا تھا کیونکہ یہ باغات تباہ ہوگئے تھے اور وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔42اب مدد کرنے والا کوئی جتھہ نہ تھا جو اس کی مدد کرتا سوائے اللہ کے۔اور نہ وہ خود اپنی مدد کرنے والا تھا۔43یہاں معلوم ہوا کہ حقیقی بادشاہت صرف اللہ ہی کیلئے ہیں۔وہی بہتر بدلہ دینے والا ہے اور بہتر ہے ازروئے انجام کے۔44

مذکورہ اٹھارہ نمبر سورۃ الکھف آیت نمبر32 تا44 میں ایک آدمی کے دو باغوں کی زمین کی ملکیت کی مثال ہے۔ ملکیت کو چیلنج نہیں۔اُس کی متکبرانہ گفتگو اور آخرت کا انکار قابلِ مذمت قرار دیا گیا ہے۔کیونکہ دوسرا صالح شخص اُسے کہہ رہا ہے کہ وہ ایسی گفتگو نہ کرے۔ہوسکتا ہے کہ اللہ تیرے باغ سے بھی مجھے بہتر عطا کرے اور تیرے باغ پر کوئی آفت بھیج دے۔یہاں بھی ملکیتِ زمین باغوں کا تذکرہ اور دوسرا آدمی بغیر باغ کے ہے۔معاشی فرق اور ملکیت دونوں ثابت ہیں۔اسلامی معاشرے میں معاشی مساوات نہ ہونے کے باوجود تکریم میں مساوات ہے۔عدل میں مساوات ہے۔اسلامی معاشرے میں ضروریاتِ زندگی مہیا کی جاتی ہے۔امیروں سے صدقات لے کر حاجت مندوں کی حاجت پوری کی جاتی ہے۔امیری اور غریبی میں معاشی مساوات ایک غیر فطری نظامِ حکومت ہے۔یہ اللہ کا نازل کردہ نظام نہیں ہے۔یہ جبر،غلامی اور جہالت کا نظام تو ہو سکتا ہے جس نظام میں انسانوں کی آزادی سلب کر کے اُن سے روٹی کپڑے اور مکان کے عوض ڈھور ڈنگروں کی طرح کام لیا جائے اور وہ بھی جانوروں کی طرح اپنا مقصدِ حیات اس حیوانی تقاضے سے زیادہ نہ سمجھتے ہوں۔بہرحال یہ قرآنی نظام نہیں ہے۔جس میں سب کچھ چھین کر نہتہ اور بے بس کر کے انسان کے ایمان اور عزتِ نفس کا سودا کر لیا جاتا ہے۔آزادی رائے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

حکومت پر تنقید اور رائے زنی کا صلہ موت اور قید و بند کی صعوبتوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔اس نظام میں روٹی، کپڑے اور مکان کے عوض آزادی کے لحاظ سے جانوروں سے بھی بدتر زندگی ہوتی ہے۔جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی اُس سے موت بہتر ہے یہ صرف قرآن کے شاہین کا نظریہ ہے ورنہ کرگس اور چیلوں کو تو جہاں چاہو چند ٹکڑوں اور کسی مردار پر پرواز سے نیچے گرا کر اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔اسلامی ریاست کے انتظامی امور چلانے کے لئے اور عوامی فلاح کے لئے محاصل کا قرآن کی روشنی میں تذکرہ ملاحظہ فرمائیے:۔

〈1〉صدقات (ٹیکس):۔انکم ٹیکس کا بڑا وسیع دائرہ کار ہے۔یہ امیروں پر لگایا جاتا ہے۔یہ پراڈکٹ پر اور جنس پر نہیں لگتا اس لئے کہ پھر یہ ٹیکس غریب عوام کو دینا پڑتا ہے اور اُمراء ٹیکس سے بچ جاتے ہیں۔پراڈکٹ پر ٹیکس لگنے سے غریب ٹیکس دیتے ہیں۔کیونکہ غریب یہ چیزیں خریدتے ہیں تو ہر غریب ٹیکس دینے والا ہوتا ہے۔پراڈکٹ بنانے والا اور اُگانے والا زمیندار ہو یا تاجر ہو اس کی ٹوٹل پیداوار اور سرمایہ پر یا آمدنی پر ٹیکس لگنا چاہیے ایسا نہیں ہے اس لئے وہ ٹیکس نیٹ میں نہیں آتا۔کچھ آمدنی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دی جائے جو سب کیلئے ہو۔اُس سے زائد پر ٹیکس لگایا جائے۔ اسلامی ریاست میں یہ ٹیکس صرف امیروں پر لگتا ہے۔اُن سے لے کر غریبوں کی فلاح پر خرچ ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں اُلٹ کام ہے۔ ہمارے ہاں امیروں کے طاؤس ورباب کی محفلوں، شاہانہ سواریوں، شاہی نوکروں کی فوج، وزیروں اور مشیروں کی عیاشی پر کروڑوں روپے کا روزانہ کا خرچ غریبوں کی خون پسینے کی کمائی سے پورا کیا جاتا ہے۔انکم ٹیکس کے علاوہ سڑکوں پر راہ داری ٹیکس ہے۔ائیر پورٹس اور بندرگاہوں پر راہداری ٹیکس ہے۔گورنمنٹ کے اپنے کمرشل ادارے ہیں۔جن کی کروڑوں، اربوں روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔جو نوکر شاہی کی کرپشن کی نظر ہوجاتی ہے۔کرپشن کو ختم کرنے کی بجائے جو گورنمنٹ یہ نفع بخش ادارے اونے پونے اپنے ہی اقرباء کو نیلامی پر دینے کے لئے ایک اور کرپشن میں ملوث ہونے کے لئے تیار ہے اُسے سب کچھ دے کر کون سی جنت کا خواب دیکھنا چاہتے ہیں یہ حماقت کم ازکم میری سمجھ سے باہر ہے۔صدقات کو کھا جانے والے لوگ سب کچھ لے کر کیا سلوک کریں گے۔یہ بدترین غلامی کا انقلاب آئے گا۔ اگر میری بات کی سمجھ نہیں آتی تو کسی بھی سمجھدار آڈیٹر یعنی حساب کتاب کے ماہر سے صرف ہمارے صدر، گورنرز، وزیراعظم،صوبائی وزراء اعلیٰ، وفاقی وزراء اور صوبائی وزراء صاحبان کا صرف ایک دن کا اوسط خرچہ پوچھ لیں۔جو غریبوں کی جیب سے ادا ہوتا ہے۔ تو یقین نہیں آئے گا عوام کے خیرخواہوں کا یہ طرز زندگی ہوسکتا ہے۔ اِن کی وفاداری کا یہ عالم ہے کہ عوامی پیسہ اکٹھا کر کے بیرونی ملکوں کے بنکوں میں رکھتے ہیں۔اِن کو اپنے ملک کے بنک بھی پسند نہیں ہیں پھر بھی یہ پاکستان کے سند یافتہ خیرخواہ ہیں۔کاش کہ عوام اب بھی اپنی آنکھیں کھول لیں تو حالات درست ہوسکتے ہیں۔بہرحال اسلامی فلاحی ریاست کا نظم ونسق صدقات کی بنیاد پر ہی رواں دواں ہوگا۔جن پر صدقات دینا فرض ہے وہ دیانت داری سے دیں۔اور جب یہ صدقات حکمرانوں کے پاس آجاتے ہیں تو وہ دیانت داری سے عوام کی فلاح پر خرچ کریں۔سورۃ نمبر 9 کی آیت نمبر 103 کا منشاء ربانی یہی

ہے۔جواس میں خیانت کرے گا اللہ کے ہاں وہ مجرم ہے۔اس سے پہلے بھی اسی آیت کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔
(2) غنیمت کا مال اور مالِ فے۔ترجمہ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ ترجمہ۔اور جان لوکہ جو شے تم میدانِ جنگ سے حاصل کرتے ہو۔پس یقیناً اُس کا پانچواں حصہ اللہ یعنی مرکزِ رسالت اور قرابت والوں اور یتیموں اور مساکین اور تعلیم و تربیت کر نے والوں کے لئے ہے۔'' 8/41 جو مالِ فے اللہ نے اپنے رسول کو عطا کیا بستیوں سے پس وہ اللہ اور رسول اور قرابتِ ایمانی والے اور یتیموں اور مسکینوں اور ابنِ سبیل کیلئے ہے۔59/7
(3) جزیہ اور فدیہ۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ترجمہ۔ج''جنگ کروجو اللہ اورآخرت کو قرآن کے مطابق نہیں مانتے اور وہ حرام نہیں ٹھہراتے جس کو اللہ نے اپنے قرآن (65/10,11) کے ذریعے حرام ٹھہرایا ہے اور وہ قرآن قبول نہیں کرتے ہیں۔یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کو کتاب دی گئی ہے اِن سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور وہ ماتحت بن کر رہیں'' ۔9/29 فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ترجمہ۔'پس جب بھی تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو اِن کی گردنیں اُڑا دو یہاں تک کہ جب تم اُن کو کمزور کر دو پھر اُن کو قیدی بناؤ۔یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے تو اُن کو بطور احسان یا فدیہ لے کر چھوڑ سکتے ہو۔'' 47/4
(4) انفاق فی سبیل اللہ۔انفاق فی سبیل اللہ کی بے شمار آیات ہیں۔ایک آیت پیش کروں گا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ترجمہ۔''اے ایمان والو! خرچ کرو اِس میں سے جو ہم نے تم کو صلاحیت دی ہے اُس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی سودے بازی اور نہ کوئی دوستی اور نہ ہی کوئی سفارش ہو گی یقیناً سب کافر ظلم کرنے والے ہیں۔'' 2/254
(5) ریاست کے ذاتی کاروباری ادارے۔واپڈا، ریلوے، ائرلائن، شپنگ،ٹرانسپورٹ،کان کنی، بنکنگ، سرکاری فیکٹریاں، ملز اور بہت سے تجارتی ادارے ریاست کے ماتحت چل سکتے ہیں۔ریاست کے پاس اِن اداروں میں نظم و ضبط قائم رکھنے کی پوری قوت بھی موجود ہوتی ہے۔جس حکومت میں اِن اداروں کو چلانے کی صلاحیت نہیں ہے اور وہ ان نفع بخش اداروں کو پرائیویٹ کرنے پر تُلی ہوئی ہے۔ یہ حکومت کی نا اہلی اور کرپشن کا ثبوت ہے کہ کسی ادارے کے پرائیویٹ ہونے سے اُس میں نفع کی صلاحیت آ جائے گی۔اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ یہ ادارے نہیں چلا سکتے وہ حکومت بھی نہیں چلا سکتے۔لہٰذا یہ حکومت بھی اُن لوگوں کے سپرد کر دیں جو اِن اداروں کو نفع بخش بنانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ مذکورہ تمام آمدنی کے ذرائع کے بعد بھی کوئی سرکار عوام سے کمزور ہے تو یہ اُس کے کرپٹ ہونے کی دلیل ہے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ معاشی نظام کی بنیاد جب

تک قرآن کے سیاسی نظام، اخلاقی نظام اور معاشرتی نظام پر نہیں رکھی جائے گی۔ یہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بددیانت اور کرپٹ لوگوں سے معاشرے کی معاشی فلاح کی توقع غیر قرآنی سوچ ہے۔جس ریاست میں مزدور کی محنت کی اُجرت پوری نہیں کہ وہ اپنی کمائی سے اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کر لے۔مزدوروں اور کسانوں کو لوٹنے والی حکومت ہو محتاجوں کی ضروریات کیسے مہیا کرے گی۔سب سے پہلے مزدور کی مزدوری کا خیال رکھنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔یہ کام تعلیمِ قرآن سے تزکیہ نفس کئے بغیر ناممکن ہے۔تعلیمِ قرآن سے تزکیہ نفس کئے بغیر حاکمیتِ اللہ کی بنیاد کمزور ہوتی ہے۔تعلیمِ قرآن ہی سے مملکت کے ذمہ دار افراد حاکمانہ رویہ چھوڑ کر خادمانہ رویہ اپنائیں گے پھر عدالت، شہادت، امانت و دیانت میں اِن کا کوئی ثانی نہ ہو گا۔عدل و خیرخواہی میں کوئی شے سدِّ راہ نہ ہوگی۔ہر فرد اپنی کفالت کے لئے اپنی محنت پر قناعت کرے گا۔ فضولیات اوراسراف سے بچے گا۔اغنیاء ضرورت مندوں کو اپنا خاندان سمجھ کر اُن کی مدد کریں گے اور ٹیکس دہندگان میں اپنے ایمان کی تصدیق کیلئے جوق در جوق شامل ہوں گے۔احساسِ جواب دہی قلب و ذہن میں راسخ ہو تو بات بنے گی۔ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کو مانتے ہیں مگر وہ مومن نہیں ہیں2/8۔وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ . 12/106ترجمہ۔''اِن کی اکثریت اللہ کو نہیں مانتی مگر وہ اللہ کا شریک ٹھہرانے والی ہوتی ہے۔(12/106) اللہ اور آخرت کے ایمان کے شدید احساسات کے ساتھ کتاب اللہ انسانوں کیلئے ضابطہ حیات مہیا کرتی ہے۔یقیناًاس ایمان کے ساتھ کسی سے زیادتی کرنا نا ممکن ہے۔اس ایمان کے ساتھ ملکیت پر کسی کو جو حقِ تصرف ملتا ہے وہ اس حق کو عدل وخیرخواہی کے لئے تو استعمال کرے گا ۔ظلم و جور کی اُس سے توقع نہیں کی جا سکتی۔اس لئے حکم ہے کہ جو کمائے وہ اُسی کا ہے۔(4/32) اس ملکیت اور حقِ تصرف کے بعد جان و مال کے سودے کی واقعی اہمیت بڑھ جاتی ہے کہ مالک اپنی جان اور اپنے مال کا سودا اپنی مرضی سے کرے۔ اگر حقِّ ملکیت پہلے ہی سلب ہے تو سودا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے کیونکہ ملکیت کے بغیر کسی کی شے کو بیچنا ناجائز ہے۔9/111 آیتِ مجیدہ میں(اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ)اللہ فاعل ہے خریدار ہے اور مومنین اپنے ارادے اور اختیار سے اپنی جانوں اور مالوں کو بیچنے والے ہیں۔اس لئے آیتِ مجیدہ میں اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ کے الفاظ میں اللہ مومنوں کو پہلے اُن کی جانیں اور اُن کے اموال کہہ کر اُن کی ملکیت ثابت کرتا ہے۔اس کے بعد اگر مومنین اپنے ارادہ اور اختیار سے جانوں اور مالوں کو اللہ کے ہاں بیچتے ہیں تو یہ سودا اُنہیں جنت کا حق دار قرار دیتا ہے۔ جو نہیں بیچتے وہ منافق قرار پائیں گے اور معاشرے میں وہ پہچانے بھی جائیں گے۔لہٰذا ملکیت بطورِ امانت اللہ نے خود عطا فرمائی ہے۔قرآن اپنے پورے نظام کو سیاسی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی دائروں کو صرف اِعْبُدُ اللّٰهِ کے حکم میں داخل کر دیتا ہے کہ ہر معاملے میں اللہ کی غلامی اختیار کرو۔عبادالرحمان کا معاشرہ ہی امن

و سلامتی کا نمونہ ہوتا ہے۔معاشرہ میں عبادالرحمان کے بغیر کوئی معاشی پروگرام عملاً دستیاب نہیں ہو سکتا جو انسانوں کی عزتِ نفس اور آزادی کا بھی ضامن ہو۔جو معاش انسان کی عزت ِ نفس اور آزادی کا ضامن نہیں اُس معاش سے موت بہتر ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا میں معاش کی نہیں نظریہ اور آزادی کی بنیاد پر تفرقہ بندی ہوتی ہے، تحریکیں چلتیں اور جنگیں ہوتیں ہیں۔عبادالرحمان کی ٹیکسٹ بک قرآن ہے۔قرآن کی دعوت غیر اللہ کی بیساکھیوں کے بغیر خال خال ہے اورقرآن کی مفصل اور خود مکتفی دعوت دینے والی کوئی درس گاہ پوری دنیا میں نہیں ہے۔انسانی معاشرہ اپنے فلاحی پروگراموں سمیت جہنم رسید ہو رہا ہے۔اس لئے اللہ داعی قرآن سے کہتا کہ اب اگر قرآن کا انکار کرنے والے اللہ کی بات نہیں مانتے تو تُو اعلان کر دے۔قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ترجمہ۔ اعلان کردو اےقرآن کے نہ ماننے والو!۔(1)میں غلامی نہیں کرتا ہوں جن کی تم غلامی اختیارکر رہے ہو۔(2) اور نہ تم غلامی اختیار کرنے والے ہو جس کی میں غلامی کر رہا ہوں(3) اور میں غلامی کرنے والا نہیں ہوں جن کی تم نے غلامی کرلی ہے۔(4) اور نہ تم غلامی کرنے والے ہو جس کی میں غلامی کرتا ہوں۔(5) تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین قرآن ہے۔(6) مذکورہ سورۃ میں قرآنی نظام کے مخالفین سے جو براءت کا اعلان اللہ کروا رہے ہیں اس (10/15) کے بغیر معاشی نظام کے پروگرام کی اللہ کے ہاں کوئی قدروقیمت نہیں ہے۔ایک قرآن کا طالبِ علم خوب جانتا ہے کہ کسی بھی داعی قرآن کا باطل اور باطل پرستوں سے گٹھ جوڑ اُس کے ایمان اور دین کو خالص نہیں رہنے دے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اُن پر واضح اعلان کر دیا جائے کہ تم اپنے دین پر عمل کرو مجھے میرے دین یعنی قرآن پر عمل کرنے دو۔ امن سے رہو اور شرارت نہ کرو۔

فَاعْتَبِرُوْا يَآاُولِي الْاَبْصَارِ۔